THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, August 02, 2010
(63rd Session)
Volume VII No.06
(Nos.1-09)

CONTENTS

Pages

1. Recitation from the Holy Quran……………………………... 1
2. Leave of Absence………………………………………….... 3-4
3. Fateha …………………………………………………… 5-10
4. Adjournment Motion: Emergency Caused by Flood ……… 11-47

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume VII No.06

SP. VII(06)/2010 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, August 02, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at seven minutes past five in the evening with Mr. Presiding Officer (Senator Dr. Khatu Mal) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ ٱللهِ ٱلرَّحْمٰنِ ٱلرَّحِیْمِ۔

فَلَآ أُقۡسِمُ بِٱلۡخُنَّسِ (١٥) ٱلۡجَوَارِ ٱلۡكُنَّسِ (١٦) وَٱلَّيۡلِ إِذَا عَسۡعَسَ (١٧) وَٱلصُّبۡحِ إِذَا
تَنَفَّسَ (١٨) إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (١٩) ذِى قُوَّةٍ عِندَ ذِى ٱلۡعَرۡشِ مَكِينٍ (٢٠) مُّطَاعٍ
ثَمَّ أَمِينٍ (٢١) وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجۡنُونٍ (٢٢) وَلَقَدۡ رَءَاهُ بِٱلۡأُفُقِ ٱلۡمُبِينِ (٢٣) وَمَا هُوَ
عَلَى ٱلۡغَيۡبِ بِضَنِينٍ (٢٤) وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطَـٰنٍ رَّجِيمٍ (٢٥) فَأَيۡنَ تَذۡهَبُونَ (٢٦) إِنۡ
هُوَ إِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعَـٰلَمِينَ (٢٧) لِمَن شَآءَ مِنكُمۡ أَن يَسۡتَقِيمَ (٢٨) وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ
ٱللَّهُ رَبُّ ٱلۡعَـٰلَمِينَ (٢٩)

ترجمہ: پس میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے۔ سیدھے چلنے والے غیب ہو جانے والے ستاروں کی۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے۔ بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا لایا ہوا ہے۔ جو بڑا طاقتور ہے عرش کے مالک کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہے۔ وہاں کا سردار امانت دار ہے۔ اور تمہارا رفیق کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور اس نے اس کو کُھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے۔

اور وہ غیب کی باتوں پر بخیل نہیں ہے۔ اور وہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ پس تم کہاں چلے جا رہے ہو۔ یہ تو جہان بھر کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ اور تم تو جب ہی چاہو گے کہ جب اللہ چاہے گا جو تمام جہان کا رب ہے۔

(سورۃ التکویر: آیات 15 تا 29)

(مختلف اراکین کی طرف سے Points of Order کی آوازیں)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میرے خیال میں Points of Order بعد میں لے لیں گے، جیسا کہ parliamentary groups کی meeting میں طے ہوا ہے کہ Points of Order بعد میں لیے جائیں گے۔ آج Private Members Day ہے، Leave Application پہلے پڑھ لیتے ہیں اس کے بعد۔۔۔۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سب کو Points of Order پر موقع ملے گا۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی جناب قائد ایوان۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب والا! گزارش ہے کہ اگر Adjournment Motion honourable members کی طرف سے آیا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں let's discuss this issue, that's an important issue بہت سی جانیں ضائع ہوئی ہیں، بہت سارا نقصان بھی ہوا ہے۔ حکومت نے relief work کے سلسلے میں بھی initiatives لیے ہوئے ہیں۔ If this is sense of the House, they want to discuss this issue, I have got no objection to it. If they have submitted Adjournment Motion, I have got no objection. آپ بالکل Adjournment Motion لیں اور سیلاب کی صورت حال پر ضرور discussion کروائیں لیکن let it be in some form اس کو formulate کر کے لے آئیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی عدیل صاحب کی Adjournment Motion ہے، اگر House کا sense ہے تو وہ بھی لے لیتے ہیں۔ اس سے پہلے میں Leave Applications پڑھ لیتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کرنل صاحب پہلے میں Leave Applications پڑھ لیتا ہوں اس کے بعد Points of Order پر آجائیں گے۔ اگر sense of the House ہے تو Leave Applications کے بعد ہم سیلاب پر Adjournment Motion لے لیتے ہیں۔ Leave Applications.

Leave of Absence

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب محمد جہانگیر بدر صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 28 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب عبدالنبی بنگش صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 29 اور 30 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: راجہ محمد ظفر الحق صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 28 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ فرح عاقل صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 28 تا 30 جولائی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب حاجی خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب صابر علی بلوچ صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 12 اگست تا مکمل حالیہ اجلاس ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب محمد اسحاق ڈار صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 تا 28 جولائی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: چوہدری احمد مختار صاحب (وزیر دفاع) نے اطلاع دی ہے کہ وہ صدر مملکت کے ہمراہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر جا رہے ہیں۔ اس لیے مورخہ یکم تا ۳ اگست اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب لعل محمد خان (وزیر برائے خصوصی اقدامات) نے اطلاع دی ہے کہ وہ مالاکنڈ ڈویژن میں بعض مصروفیات کے باعث آج مورخہ ۲ اگست کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جی قائد ایوان صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! گزارش ہے کہ جیسے آپ نے بتایا کہ حاجی عدیل صاحب نے ایک Adjournment Motion سیلاب کی صورت حال پر submit کی ہوئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ sense of the House لینے سے پہلے جو لوگ اس سیلاب میں جاں بحق ہوئے ہیں ان کے لیے فاتحہ بھی کی جائے اور اس Adjournment Motion پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر ایوان اس پر آج بحث کرنا چاہتا ہے تو پھر ضرور بحث ہونی چاہیے۔ میں صرف یہ درخواست کروں گا کہ اس میں جاں بحق ہونے والوں کے لیے فاتحہ خوانی ضرور کر لی جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی مولانا غفور حیدری صاحب۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: فاتحہ خوانی تو ہونے دیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: آج کے ایجنڈے میں جو چیزیں ہیں پہلے ان کو ہونے دیں، خواہ اس میں آدھا گھنٹہ لگے یا گھنٹہ لگ جائے، ان کو پہلے لے لیں، بعد میں بے شک دس دن اس کے لیے دے دیے جائیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، سارا پختونخوا تباہ ہو چکا ہے۔ اس طرح نہیں ہوتا، پھر آپ اس ایجنڈے کا کیا کریں گے؟

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: سب سے زیادہ اہم یہ ہے۔ اس سے زیادہ اہم مسئلہ اور کیا ہو گا؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب! اگر سارے ایوان کا sense ہے تو ہم اس سے deny نہیں کر رہے ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: ہم آپ سے request کرتے ہیں۔

(مداخلت)

Fateha

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی مولانا غفور حیدری صاحب پہلے دعا کر لیں۔

(اس موقع پر سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نے دعائے مغفرت کرائی)

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حافظ صاحب! براہ مہربانی آپ تشریف رکھیں، حاجی صاحب کو اپنی Adjournment Motion پیش کرنے دیں۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں درخواست کر رہا ہوں کہ اگر سیلاب کے حوالے سے کسی اور ممبر کی بھی Adjournment Motion ہے تو وہ ساری club کر لیتے ہیں اور حاجی عدیل صاحب کو move کرنے دیتے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ حاجی عدیل صاحب ہوں یا رحیم مندوخیل صاحب ہوں، ان کی بات انتہائی وزنی اور قیمتی ہے لیکن debate سے سیلاب زدگان کا کوئی خاص مداوا تو نہیں ہو گا۔ یہاں پر ایجنڈے میں جو دوسرے نمبر پر ایک آئینی ترمیم ہے، جس کا تعلق آئین سے ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ آج کا دن Private Members Day ہے۔ اگر پرائیویٹ دن گزر جائے تو پھر سرکاری day میں تو ہمارے bill آ نہیں سکتے اور یہ خصوصی bill ہے جو سود کے بارے میں ہے اور آپ کے آئین کا آرٹیکل (2)2 الف، آرٹیکل 7, 31, 227 and 231, کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو پیش کرنے کی اجازت دے دیں۔ بے شک پھر اس کے بعد قرارداد بھی آ جائے اور پھر debate بھی ہو جائے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا شیرانی صاحب نے جن rules کو quote کیا ہے، Rule 76 کے تحت Orders of the Day اپنی جگہ پر ہے لیکن اگر کوئی Adjournment Motion آتی ہے اور سارے House کا sense بھی ہے تو وہ پہلے لی جاتی ہے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب چیئرمین صاحب، آپ کا فرمان بجا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب، مندوخیل صاحب، سیلاب کی تباہ کاریوں کے حوالے سے تین Adjournment Motions آئی ہیں جن میں پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب کی بھی ہے۔ حافظ رشید صاحب، آپ کی بھی Adjournment Motion ہے اور حاجی محمد عدیل صاحب کی بھی ہے۔ حاجی محمد عدیل صاحب آپ motion move کیجئے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوں کہ ملک میں اور خصوصاً صوبہ پختونخوا اور فاٹا میں جو تباہی آئی ہے،

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی عدیل صاحب آپ continue کریں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: شکریہ، جناب چیئرمین! مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آرہی ہے کہ میرے محترم دوست حافظ رشید صاحب کو ترامیم کی فکر ہے۔ ادھر ہزاروں لوگ جو شہید ہو گئے ہیں، لاکھوں لوگوں کے گھر تباہ ہو گئے ہیں، سکول تباہ ہو گئے ہیں۔ متاثرین سیلاب اس وقت کیمپوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ آپ ان کی بات کرنے کی مجھے اجازت نہیں دیتے ہیں۔ اٹھارھویں ترمیم ہو گئی ہے اب پتا نہیں ترمیم کب آئے گی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حافظ صاحب، please آپ تشریف رکھیں، please آپ تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer: Please order in the House.

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب، اس motion کے بعد آپ کا item آجائے گا۔

(مداخلت)

Mr. Presiding Officer: Haji Ibrahim Khan Sahib on point of order.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: یہ Rule No.77 ہے۔

Grant or withholding of leave,

اس کا Sub-rule (2) میں پڑھتا ہوں جو متعلقہ ہے۔

If less than 1/4th of total membership.........

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پروفیسر صاحب اس سے پہلے 76 بھی پڑھ لیں۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: میرا خیال ہے اس میں آجائے گا۔ آپ کے حکم کے مطابق میں پڑھتا ہوں۔ 76 (1).

Asking Leave for motion: Leave to make a motion shall be asked for after questions and privilege motions, if any, and before other business entered on the Orders of the Day is taken up:

Provided that on Mondays such leave shall be asked for immediately after recitation from the Holy Quran and the disposal of privilege motions, if any.

(2) Leave to make a motion shall be asked for only by the member who has given notice thereof.

(3) At this stage the member may read out his motion.

(4) If the motion is opposed the Minister may make a brief statement thereon to which the member may reply confining himself to the question of admissibility of the motion.

اور اس کے بعد 77(1) ہے۔

If the Chairman is of opinion that the matter proposed to be discussed is in order, he shall ask whether the member has the leave of the Senate to move the motion and, if objection is taken, he shall request such of the members as may be in favour of leave being granted to rise in their seats.

(2) If less than one−fourth of the total membership of the Senate rises, the Chairman shall inform the member that he has not the leave of the Senate but if such membership rises, the Chairman shall announce that leave is granted and that the motion shall be taken up as the last item for discussion for not more than two hours on

such day, as soon as possible, as the Chairman may fix.

جناب چیئرمین، یہ درست ہے میری بھی Adjournment Motion ہے۔ وہ حاجی صاحب پیش کر دیں اور اس پر discussion کے لیے پھر آپ time مقرر کر سکتے ہیں، آج بھی مقرر کر سکتے ہیں لیکن پیش ہونے کے بعد حاجی صاحب کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنا item پیش کریں اور اس کے بعد پھر اس motion کو discuss کریں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی عدیل صاحب ہیں، آپ ہیں اور حافظ رشید صاحب ہیں۔ وہ اس پر اپنی اپنی Adjournment Motion move کریں اور اس کے بعد Orders of the Day کو take up کیا جائے گا۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: نہیں جناب، میری باری پہلے ہے۔ آپ پڑھ لیں، اس کو آپ پڑھ لیں۔ اس کے بعد پھر آپ لے لیں، ٹھیک ہے لیکن اس طرح نہیں ہے۔ صرف اس وقت نہیں بلکہ حاجی عدیل صاحب ہر موقع پر ایسے ہی کرتے ہیں۔

Mr. Presiding Officer: Yes, Leader of the House.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: Rule کا reference دیا گیا اور اس پر already Chair نے observation دے دی ہے۔ We are in process of that Adjournment Motion. Adjournment Motion انہوں نے پڑھ لی ہے۔ Sense of the House بھی ہے۔ It has not been opposed by the government. We have not opposed this Adjournment Motion. So, the Chairman has decided to take up this Adjournment Motion. So, let us proceed with that Adjournment Motion. جہاں تک ان کا معاملہ ہے، Orders of the Day کی بات تھی Rule 76 is very clear. obviously before that کہ کوئی اور business لینے سے پہلے Privilege Motion کے بعد Adjournment Motion لیا جائے گا۔ So, this is an obligatory thing. اور جو motion آیا اس پر کوئی opposition نہیں ہے۔ The government considered it that proceeding be suspended. We adjourn, let us take up this which is an important issue for the

country today. اس پر اگر بحث ہوتی ہے let the Members of the Senate come forward with their own views and the government would respond to that. اس پر تو کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ یہ کتنے عرصے سے ان کا motion چلا آرہا ہے for the last many Orders of the day پر، میں دیکھتا رہا ہوں۔ اس پر کوئی جلدی کی بات بھی نہیں ہے۔ ابھی recently 18th Amendment میں constitutional amendments ہوئی ہیں۔ All parties were represented there. یہ آرٹیکل 227 کی amendment کی بات کرتے ہیں تو ابھی حال ہی میں اٹھارھویں ترمیم آپ نے پاس کی ہے۔ یہ constitutional amendments ساری اس میں discuss ہو چکی ہیں جہاں پر تمام political parties کی forces کی representation تھی اور جب consensus document بنا تو اس کے بعد دونوں Houses نے اس کو پاس کیا۔ It is all subsequent thought. وہاں پر تمام political parties نے اس پر discuss کیا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ it is just a point scoring thing. Adjournment Motion آپ نے admit کر لی ہے تو let us proceed with that.

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی حاجی عدیل صاحب۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! حاجی عدیل صاحب نے اپنی Adjournment Motion almost پڑھ بھی دی ہے اگر دو چار الفاظ رہ گئے ہیں تو پڑھ دیں، sense پوچھ لیں۔ اس کے بعد debate کا جناب order کریں گے۔ اس کے بعد یہ motion ظاہر ہے کمیٹی کے پاس چلا جائے گا لیکن ان کو اس پر آنے تو دیں نا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شاہ صاحب اس سے تو ہم deny نہیں کر رہے ہیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب آپ میری بات سنیں، میں صرف ایک بات کرتا ہوں۔ جس طرح قائد ایوان نے بات کی، میں ان کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں لیکن یہ قانون مجھ پر لاگو کیوں نہیں

کرتے۔ میں پہلے بات کر لوں تو بعد میں ان کو کرنے دیں۔ ان پر یہ rule لاگو کر رہے ہیں تو مجھ پر کیوں نہیں کرتے؟ کیا ہو جائے گا؟ وہی law مجھ پر لاگو کر دیں۔ چلیں سارے colleagues مجھے کہتے ہیں تو میں ان کی بات مان لیتا ہوں لیکن آپ غلط کر رہے ہیں۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: حاجی صاحب، آپ کام ختم کریں نا۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں حافظ رشید کا مشکور ہوں کہ وہ مجھے بولنے کی اجازت دے رہے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سیلاب کے متعلق جس ترتیب سے motions آئی ہیں ان میں سب سے پہلے پروفیسر ابراہیم صاحب کی آئی ہے، اس کے بعد حافظ رشید صاحب کی ہے، اس کے بعد حاجی عدیل صاحب کی ہے، میں اس لحاظ سے پروفیسر ابراہیم کو floor دیتا ہوں۔

Adjournment Motion: Emergency Caused by Flood.

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! نہایت اہم و فوری نوعیت اور قومی اہمیت کے معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے سینیٹ کے قواعد ضابطہ کار مجریہ ۱۹۸۸ کے قاعدہ ۷۴ کے تحت تحریک التوا پیش کرنے کے لیے ایوان کی معمول کی کارروائی روک دی جائے۔

جناب چیئرمین! مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۰ کو print and electronic media کی reporting کے مطابق ملک بھر میں گزشتہ چند روز کی شدید موسلادھار بارشوں کے نتیجے میں سینکڑوں افراد جاں بحق، زخمی اور لاکھوں افراد بے گھر ہوگئے ہیں۔ حالیہ بارشوں کے نتیجے میں ہونے والی تباہی نے کچی آبادیوں کو بالخصوص نشانہ بنایا ہے جہاں کے مکین اپنے مکانوں کے سیلابی ریلے میں بہہ جانے اور شدید بارش کے باعث گر جانے کی وجہ سے کھلے آسمان تلے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور حکومت کی طرف سے تاحال ان بے گھر افراد کے لیے کسی قسم کی قابل ذکر امداد کا اعلان یا rescue operation نہیں کیا جاسکا۔

صرف خیبر پختونخوا میں سیلاب اور بارش کی تباہ کاریوں سے ۵۹ افراد لقمہ اجل بنے۔ جناب! یہ اس وقت ۵۹ تھے لیکن اب ان کی تعداد ہزار سے بڑھ گئی ہے جب کہ ہزاروں مکان منہدم اور درجنوں پل اور مال مویشی سیلابی ریلے کی نذر ہو کر پانی میں بہہ گئے ہیں۔ بلوچستان کے مختلف

اضلاع میں گزشتہ کئی روز سے جاری سیلاب کی تباہ کاریوں کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔ صوبہ سندھ اور پنجاب کے اکثر حصے بھی شدید بارشوں اور سیلابی ریلوں کی زد میں ہیں۔ جنوبی پنجاب میں موسلا دھار بارش سے نشیبی علاقے زیر آب آگئے اور حادثات میں دو بچے جاں بحق ہوگئے۔ ضلع راجن پور میں چھ مقامات پر نہروں میں شگاف پڑنے سے ۱۴ لنک نہریں متاثر ہوئی ہیں۔

ملک بھر میں بارش کی تباہ کاریوں سے ہونے والے نقصانات کو زیر بحث لانے کے لیے ایوان کی معمول کی کارروائی روک دی جائے۔ میرے ساتھ اس تحریک التوا میں محترمہ عافیہ ضیا بھی شامل ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی حافظ رشید احمد صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب! میں تحریک التوا پیش کرتا ہوں کہ معمول کی کارروائی روک کر یہ ایوان صوبہ خیبر پختونخوا میں سیلاب کی موجودہ تباہ کاریوں پر بحث کرے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی حاجی محمد عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ یہ ایوان خیبر پختونخوا اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں حالیہ سیلاب سے ہونے والی تباہی پر بحث کرے اور درخواست ہے کہ ایوان کی معمول کی کارروائی روک کر اس پر بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اگر ہاؤس کا sense of agreement ہے تو اس تحریک التوا کو رول ۷۷ کے تحت admit کیا جاتا ہے اور جو movers ہیں وہ دس دس منٹ کے لیے بول لیں۔ اگر دو سے زائد معزز اراکین بولنا چاہتے ہیں تو وہ بھی اپنے نام ادھر دے دیں اور اس کی winding up کے لیے ۲۰ منٹ دیے جائیں گے۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: جناب حافظ رشید صاحب کو اجازت دی جائے کہ وہ بل پیش کریں اور اگر وہ accept ہو گیا تو اسے کمیٹی کے حوالے کر دیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی حافظ رشید احمد۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں مزید ترمیم کے بل [دستور (ترمیمی) بل، ۲۰۱۰] کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ (آرٹیکل ۲۲۷ میں ترمیم)۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! اس کو کمیٹی میں بھیج دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: انہوں نے motion کو oppose نہیں کیا آپ آئٹم نمبر ۳ پیش کر دیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین۔ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں ترمیم کا بل [دستور (ترمیمی) بل، ۲۰۱۰] پیش کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! میں اس پر دس منٹ کے لیے بولنا چاہتا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: Bill oppose نہیں ہوا ہے تو ہم اسے کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں۔

The Bill as introduced, stands referred to the Standing Committee concerned.

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! بل کو oppose کرنا یا نہ کرنا وزیر کا کام ہے، بخاری صاحب کا یہ کام نہیں ہے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین صاحب! اس کو مذاق نہ بنائیں۔ آپ غالباً دوسری مرتبہ تشریف فرما ہیں لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ یہ ایک اہم بل ہے اور حافظ رشید صاحب بار بار کہہ رہے ہیں کہ وہ بولنا چاہتے ہیں تو اسے بولنے دینا چاہیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا صاحب! بل introduce ہو گیا ہے اور بل کمیٹی کو refer کر دیا گیا ہے۔ گورنمنٹ نے اس بل کو oppose نہیں کیا ہے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب چیئرمین صاحب! گزارش یہ ہے کہ آپ کی بات اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے لیکن پہلے اس کو ہاؤس کی property ہونے دیجیے تاکہ mover اس کو پڑھ

لے اس کے بعد جیسے ہمارے Leader of the House نے فرمایا اسے ہم کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں لیکن پہلے اس کو ہاؤس کی property تو بننے دیجیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا صاحب! وہ property بن چکا ہے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب! یہ اب تک ہاؤس کی property نہیں بنا ہے۔ پہلے اس کو پڑھنے دیجیے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب چیئرمین! آپ Rule 86 کو دیکھ لیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حافظ صاحب! دیکھیں، رولز کے تحت آپ کو Bill move کرنے کی اجازت دی جا چکی ہے۔ اس موقع پر Bill پڑھا نہیں جاتا ہے۔ Standing Committee کو refer کر دیا گیا ہے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جس طرح مولانا صاحب نے فرمایا ہے ان کو بولنے دیں۔ وہ ہاؤس کی property بھی بن جائے گی اور پھر وہ Standing Committee کے پاس چلا جائے گا۔ ہاؤس کو اغراض و مقاصد کا پتا تو چلے کہ وہ کیا بلا ہے۔ کس بات کی وہ amendments لا رہے ہیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ٹھیک ہے اگر ان کو پڑھنے کا شوق ہے تو پڑھ لیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی، حافظ صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور دستور کے آرٹیکل 2 کے تحت اسلام سرکاری مذہب ہے۔ اس طرح (A) 2 کے تحت قرارداد مقاصد کو آئین کا ایک باضابطہ حصہ بنا دیا گیا ہے اور دستور کے آرٹیکل (1) 227 کے تحت تمام قوانین کو قرآن و سنت کے احکامات کے تحت اسلامی بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے لیکن اب بھی ریاست ربا یا سود کو ختم نہیں کر سکی جو کہ اسلام کی نفی ہے اور اس کے ذریعے بینک اور دیگر ادارے جو ریاست کے تحت یا بصورت دیگر قائم کئے گئے ہیں بد ترین استحصال کو جنم دے رہے ہیں۔

نمبر2، لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ دستور میں ایسے احکامات وضع کیے جائیں جو ایک مخصوص عرصے کے اندر پاکستان میں کسی بھی شکل میں پائے جانے والے ربا یا سود کو ختم کریں۔

نمبر3، لہٰذا اس Bill کے ذریعے مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرنا مقصود ہیں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اب اس Adjournment Motion کو لیا جائے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جی ہاں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب چیئرمین! آپ ruling دیں کہ اب یہ Bill Committee کو refer کیا جاتا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: وہ دے چکا ہوں۔

The Bill as introduced, stands referred to the Standing Committee concerned.

(The Bill was then referred to the concerned Standing Committee)

پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ 28 اور 29 جولائی کی درمیانی شب کو صوبہ خیبر پختونخوا میں شدید سیلاب آئے۔ اس سے پہلے بارشوں کا سلسلہ تھا اور صوبہ خیبر پختونخوا کے سارے دریاؤں میں طغیانی تھی اور اس سے شمالی اضلاع بھی متاثر ہوئے۔ ضلع سوات میں دریائے سوات کے راستے میں جتنے بھی پل تھے وہ سارے پل بہہ گئے ہیں اور ضلع دیر بالا اور ضلع دیر پایاں میں دریائے پنجکوڑہ، اسی طرح سارے پل بہا کر لے گیا ہے۔ وہاں لوگوں کے نقصانات بھی ہوئے ہیں اور آمد و رفت کا سلسلہ بھی ٹوٹ گیا ہے اور بجلی کا سلسلہ بھی منقطع ہے۔ اس کے ساتھ وارسک کے مقام سے دریائے کابل شروع ہوتا ہے۔ ضلع پشاور اور ضلع چارسدہ دریائے کابل سے متاثر ہوئے ہیں اور یہ سارے دریا پھر نوشہرہ میں داخل ہوتے ہیں اور نوشہرہ کے تمام بڑے قصبات اس دریا کے شمال اور جنوب دو کناروں پر واقع ہیں۔ ضلع نوشہرہ تقریباً دو تہائی سے زیادہ متاثر ہے۔ نوشہرہ صدر

اور نوشہرہ کلاں یہ مکمل طور پر پانی میں ڈوب گئے ہیں۔ پرسوں شام کو پھر پانی نیچے اترنا شروع ہو گیا اور کل لوگ اپنے گھروں میں جا سکے ہیں لیکن گھر رہنے کے قابل اب بھی نہیں ہیں۔ وہاں مالی نقصان بھی ہوا ہے اور جانی نقصان بھی ہوا ہے اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً تین ہزار اموات ہوئی ہیں اور دس ہزار سے زیادہ لوگ زخمی ہیں۔ پانچ ہزار مکانات تباہ ہو گئے ہیں اور سارے پل پانی میں بہہ گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! خیرآباد کے مقام پر دریائے سندھ گزرتا ہے اور دریائے سندھ کی وجہ سے ضلع ہزارہ میں تباہی ہوئی ہے اور پھر وہاں کے چشم دید گواہ یہ بتاتے ہیں کہ دریائے سندھ میں خیرآباد کے مقام پر انسانی لاشیں، مردہ جانور، گھریلو سامان، گاڑیاں اور موٹر کاریں سب کچھ وہاں دیکھا گیا ہے کہ سیلابی ریلے میں وہ بہہ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس دوران سب سے پہلے rescue کی ضرورت تھی۔ لوگوں کو بچانے کی ضرورت تھی۔ لوگ پانی میں گھرے ہوئے تھے اور تقریباً 12 لاکھ افراد اس سے متاثر ہوئے ہیں۔ یہ جو گھرے ہوئے تھے ان کی تعداد بھی ہزاروں سے تجاوز کرکے لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ ان لوگوں کو حکومت کی طرف سے کوشش کی گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کوشش ناکافی تھی اور پہلے روز تو لوگ انتظار میں ہی رہے، دوسرے روز حکومت کی طرف سے ہیلی کاپٹرز اور کچھ کشتیاں پہنچائی گئیں اور فوجی جوان بھی پہنچے۔ کچھ لوگوں کو وہاں سے نکالا گیا اور نکالنے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں تھے لیکن جو گھرے ہوئے تھے وہ اس سے کہیں زیادہ تعداد میں تھے۔ جناب چیئرمین! وہ مرحلہ تو اب تقریباً گزر چکا ہے۔ اللہ کرے کہ بارشوں کا سلسلہ تھم جائے اور پھر وہ تباہی نہ ہو۔ اس وقت اب دوسرا کام ریلیف کا ہے۔ لوگوں کے گھر بہہ گئے ہیں۔ ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ان تک امدادی سامان پہنچے۔ جناب چیئرمین! میں خود پرسوں نوشہرہ کا دورہ کر چکا ہوں اور میں نے لوگوں کو گھروں کی چھتوں پر دیکھا ہے۔ جماعت اسلامی اور الخدمت فاؤنڈیشن کے کارکن تینوں اضلاع میں گئے ہیں۔ لوگوں کو خوراک کا سامان اور پانی پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اس وقت بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں نہیں بس سکتے۔ ان کے لئے خیموں کی بھی ضرورت ہے اور ان کے لئے خوراک کے مواد کی بھی ضرورت ہے۔ کئی دنوں تک شاید اس بات کی ضرورت ہو گی اور اس کے بعد جناب چیئرمین! اس بات کی بھی ضرورت ہو گی کہ لوگوں کی بحالی ہو اور لوگوں کی بحالی کے لئے یقیناً اربوں روپے درکار ہوں گے۔ نقصان کا اگر صحیح اندازہ لگایا جائے تو اربوں روپے سے شاید تجاوز کرکے کھربوں میں پہنچے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ وفاقی حکومت کی طرف سے بھی امداد ہو

اور NGOs کی بھی ضرورت ہے۔ ان لوگوں کی بحالی کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ بھرپور ان کی امداد کی جائے اور ان لوگوں کو دوبارہ بحال کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں آخری بات عرض کرنا چاہوں گا اپنی گفتگو ختم کرنے سے پہلے کہ وطن عزیز اس وقت مصائب اور مشکلات میں گھرا ہوا ہے اور آفات کا ایک سلسلہ ہے جو نہ ٹوٹنے والا ہے اور کم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ ایسے حالات میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہم توبہ اور استغفار کریں۔ اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں، اللہ سے رجوع کریں اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اللہ کے قہر اور عذاب سے اللہ ہی کی پناہ مانگیں اور اللہ کی پناہ میں ہمیں عافیت نصیب ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اگر ہم نے اپنا رویہ درست نہیں کیا۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنا رویہ درست کر سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو شاید اس سے زیادہ نقصان ہو۔ اس لئے میری آپ کی وساطت سے حکومت سے بھی اور پوری قوم سے یہ درخواست ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں، اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اللہ سے یہ سوال کریں کہ آفات اور مصائب کا یہ سلسلہ تھم جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں میں ہمیں ڈھانپ لیں۔ بہت بہت شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ جی درانی صاحب۔

ڈاکٹر آیت اللہ درانی (وزیر مملکت برائے صنعت و پیداوار): جناب چیئرمین! میں ایک چیز کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ پریس گیلری کے حوالے سے میں بات کروں گا۔ میڈیا کے دوستوں کے ساتھ جا کر ہم نے ملاقات کی۔ ورلڈ کال کے ساتھ "آج" ٹی وی اور ARY" کا ایک dispute چل رہا تھا جس کو سندھ ہائی کورٹ نے address کیا تھا۔ ہم PEMRA والوں سے بات چیت کریں گے تاکہ وہ ان کے مسئلے کو حل کر دیں۔ لہٰذا ہم نے request کر دی ہے میڈیا کے دوستوں سے کہ وہ واپس آ جائیں۔ حکومت کے نوٹس میں یہ بات آچکی ہے۔ ہم نے PEMRA سے بات کرنی ہے۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی (وزیر برائے سائنس و ٹیکنالوجی): جناب چیئرمین! دراصل پورے ہزارہ ڈویژن کا نہیں بلکہ تین اضلاع کا، ضلع مانسہرہ، ضلع بٹ گرام اور ڈسٹرکٹ کوہستان کا دورہ کر کے آیا ہوں۔ بعض ایسے راستے تھے جہاں پر پہنچنا، وہاں پر جانا آج بھی ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ چینی باشندے، انجینیئر، ٹیکنیشن جو وہاں پر پھنسے ہوئے تھے حکومت کی بروقت امداد پر محفوظ مقام اسلام آباد پہنچ گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے ورنہ اس خطے کے بہترین ساتھی کے آگے ہمارا منہ کالا

ہو جاتا۔ اس کے علاوہ جو صورت حال تین اضلاع میں ہے وہ انتہائی گھمبیر ہے۔ ہمیں سارے پروگرام خواہ وہ PSDP سے متعلق ہوں، خواہ بے نظیر شہید پروگرام سے متعلق ہوں، جو non productive ہیں، کم از کم ان کو بحالی آفت زدگان کے لیے وقف کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہماری صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کو ایک pace پر اپنے معاملات طے کرنے پڑیں گے۔ میں اپنے ڈویژن کی بات کر رہا ہوں، یہاں پر بد قسمتی سے اس ڈویژن کا واحد وفاقی وزیر ہوں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ ناران کا علاقہ کٹ چکا ہے، جبوڑی کا علاقہ کٹ چکا ہے، کوہستان میں حالت یہ ہے کہ ان کا جو صنعتی اور کاروباری مرکز تھا وہ صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہے۔ مدارس و مساجد پانی میں بہہ چکے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق اس وقت تک کم از کم دو سو افراد لقمہ اجل بن چکے ہیں، جن کی لاشوں کا بھی پتا نہیں کہاں ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے جو لوگ جگہ جگہ پھنسے ہوئے ہیں، خاص طور پر ناران کاغان کے علاقے میں ان کے لیے انتظامات کیے جائیں، یہ بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

اس کے علاوہ قراقرم کے کئی پل مکمل طور پر ٹوٹ چکے ہیں۔ حویلیاں کا ایک پل بچ گیا اور دوسرا پل ٹوٹ چکا ہے۔ جبوڑی کا پورا علاقہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی ہمارے پاس وسائل ہیں بجائے اس کے کہ ہم بھیک مانگیں، (XXXXX[1]) ہمیں خود ہمت کرنی چاہیے، سینیٹ سے بھی میں گزارش کروں گا کہ کم از کم ایک مہینے کی، دو مہینے کی تنخواہ، بلاتفریق کس صوبے کے لیے جارہی ہے، ہم اس کو سیلاب کے لیے مختص کر دیں۔ انفرادی طور پر جو کچھ ہم ملک کے لیے کر سکتے ہیں وہ کریں۔ میں پھر کہہ رہا ہوں کہ انقلاب ہمارے در و دیوار پر دستک دے رہا ہے۔ جمہوریت کو خطرہ ہے اس لیے کہ جو ہماری عادات ہیں، جو ہمارے طور طریقے ہیں وہ اسی انقلاب کی طرف لے کر جا رہے ہیں، ابھی تک حالت بدلی نہیں جس کی وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہماری وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت عوام کو اطمینان نہیں دے سکی، عوام کا تحفظ نہیں کر سکی، نہ ان کو فوری طور پر امداد دے سکی ہے۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے صوبائی حکومت سے اور وفاقی حکومت سے بھی یہ کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے، جس قدر جلد ہو سکے بلاتفریق سب علاقوں کو فوقیت دے، امداد کریں اس طرح ہم اپنے معاملات کو ٹھیک کریں گے تو کم از کم اپنا حق ادا کر سکیں گے۔ بہت بہت شکریہ۔

[1] *[Words expunged as ordered by the Chairman.]*

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔

سینیٹر سعیدہ اقبال: صدر کے دوروں کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو حذف کیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔ جی حافظ رشید احمد صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو آپ کو مبارکباد، آپ چیئر کر رہے ہیں اور ہمیں بڑے صبر و استقامت کے ساتھ سن رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہ تحریک التوا میرے حوالے سے ہے، یہ غلط فہمی بھی دور ہو جائے کہ کسی اور کے حوالے سے ہے، یہ تحریک التوا بھی میرے حوالے سے ہے اور سب سے پہلا نام حافظ رشید احمد میرا ہی نام ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی عدیل صاحب بھی ہیں، پروفیسر خورشید صاحب بھی ہیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: سب سے پہلے تو میرا نام ہے، اسی پر لڑائی ہو رہی تھی اور Orders of the Day پر بھی سب سے پہلے میرا نام ہے، میرا موشن ہے، تحریک التوا میری ہے لہٰذا میرا حق ہے۔ اس لیے بات گڈمڈ ہو گئی، کسی کو سمجھ نہیں آرہی تھی کون کیا بول رہا ہے۔ میں یہی کہہ رہا تھا کہ دونوں صورتوں میں حق میرا ہی بنتا ہے کہ میں پہلے بولوں، میں یہی کہہ رہا تھا لیکن بات گڈمڈ ہو گئی اور بات سمجھ نہیں آرہی۔ جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ آفت اور مصیبت کے دوران حکومت کا جو رویہ ہے، میں گلے شکوے نہیں کرتا لیکن حکومت کو جو کرنا چاہیے تھا وہ نہیں ہو سکا۔ آپ یقین کریں صوبہ خیبر پختونخوا اس وقت عجیب کش مکش اور عجیب صورت حال سے دوچار ہے۔ آپ یقین نہیں کریں گے کہ بے شمار لاشیں پڑی ہوئی ہیں، بے شمار لوگ چھتوں پر بے سروسامانی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ حکومت ہیلی کاپٹر میں جاتی ہے، میں اس کو فضائی دورہ کہوں یا سیر سپاٹا کہوں، میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ وہ کیوں اور کس غرض سے جا رہے ہیں۔ امداد تو اس طرح نہیں کی جاتی جس طرح سے یہ لوگ کر رہے ہیں۔ امداد کے جو طریقے ہیں وہ یہ ہوتے ہیں کہ جس طرح دوسرے ملکوں میں ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کے جتنے بھی بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں وہ آکر لوگوں کے درمیان بیٹھ جاتے ہیں اور ہمارے ایک ایک سے پوچھ لیتے کہ آپ کو کیا مسئلہ ہے، اس سے صورت حال ٹھیک ہو جاتی۔ جناب

چیئرمین! یہ نہیں ہوتا کہ آپ فضائی دورہ کریں، ایک دوسرے کے کان میں بولیں اس سے کچھ نہیں بنتا۔ اس وقت ایوان میں اراکین یہ کہہ رہے ہیں اور مشورے دے رہے ہیں کہ سینیٹرز، ایم این ایز دو مہینے کی تنخواہ دے دیں۔ میری رائے یہ ہے کہ اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ جو بڑے لوگ ہیں، جو بڑی بڑی پارٹیوں کے سربراہان ہیں، میں نام نہیں لینا چاہتا لیکن میں کہتا ہوں کہ جو ان کے قیمتی پلاٹس ہوتے ہیں وہ بیچ کر ان کو دے دیں۔ یہاں پر جو صاحب ثروت لوگ ہیں، جو مالدار لوگ ہیں، جن کو مانا جاتا ہے کہ یہ صاحب ثروت لوگ ہیں وہ ایک ایک بنگلہ فروخت کر کے سیلاب زدگان کو دے دیں۔ بیس بائیس ہزار روپے ہمارے سینیٹر کی تنخواہ سے، ایم این اے کی تنخواہ سے کیا ہوتا ہے۔ اس سے یہ صورت حال نہیں بنتی۔

جناب چیئرمین! ایک تو میں نے یہ کہا کہ بڑے لوگ وہ اپنی حیثیت کے مطابق مالی امداد کریں، یہ نہیں کہ صرف بیس ہزار روپے اپنی جیب سے دے دیں۔ پاکستان میں کب اس طرح کا موقع آیا ہے کہ صاحب ثروت لوگ اور پارٹی سربراہان نے اپنی جیب سے ایک کروڑ روپیہ دیا ہو، اس طرح کبھی بھی موقع نہیں آیا۔ جناب چیئرمین! میں کہتا ہوں کہ کوئی پلاٹ، کوئی بنگلہ یا ایک کروڑ روپیہ سربراہان مملکت یا سربراہان پارٹی وہ کم از کم دے دیں۔ جناب چیئرمین! آج میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا پر ٹیکس معاف ہو جائے۔ جناب چیئرمین! میں مانتا ہوں کہ ٹیکس بھی ایک چیز ہے، لیکن اس سے صورت حال ٹھیک نہیں ہوتی۔ میری تجویز ہے کہ آپ چھ مہینے یا ایک سال کے بجلی کے بل معاف کر دیں، اس سے لوگ خوش حال ہو جائیں گے۔ وفاق فیصلہ کرے کہ سوئی گیس کا ایک سال کا بل معاف کر دیا جائے اور جن کے کھیت تباہ ہو گئے ہیں، اس کا اندازہ لگایا جائے ان کو پیسا دیا جائے۔ جن کے گھر تباہ ہو گئے ہیں ان کے ساتھ اس کے مطابق تعاون کیا جائے۔ اگر ہر بندے کو بقدر نقصان امداد دی جائے تو اس سے صورت حال بہتر ہو سکتی ہے۔ مہربانی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی محمد عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: میں آپ کا مشکور ہوں کہ ایک انتہائی اہم مسئلے پر آپ نے ہمیں اجازت دی ہے کہ یہ ایوان اس پر بحث کرے۔ جناب چیئرمین! آپ کو بھی علم ہے، تمام ساتھیوں کو بھی علم ہے اور ہمارے میڈیا کے ساتھیوں کو بھی علم ہے کہ گزشتہ ایک ہفتے سے ہمارے صوبہ خیبر پختونخوا میں کیا ہو رہا ہے۔ ایک تو گزشتہ دو ڈھائی سال سے ہم دہشت گردی کا شکار ہیں مذہب کے نام پر،

ہمارے لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے ہمارے سکول تباہ کیے جا رہے تھے، ہمارے ہسپتالوں، ہماری سڑکوں کو تباہ کیا جا رہا ہے، ہمارے بازاروں میں بم بلاسٹ، خود کش حملے ہوئے۔ ہماری حکومت جسے آئے ہوئے بمشکل دو سال ہوئے ہیں ان تمام حالات میں وہ امن کی کوشش کر رہی تھی اور بڑی حد تک وہ کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ آج سے دو سال پہلے سوات کا جو حال تھا اس کے بعد ہم نے وہاں پر ہوٹل انڈسٹری کو بحال کیا اور ہم نے پورے پاکستان سے Tourists کو دعوت دی اور وہ کالام، بحرین، مدین، مینگورہ، سب علاقوں میں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ اب سوات میں امن آ گیا ہے لیکن پھر ہم پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قیامت آسمانی بھی ہے اور ہمارے اپنے اداروں کی mismanagement بھی ہے، یہ وہ ادارے ہیں جو disaster management کے ادارے ہیں، وہ ادارے جو موسمیات کے ہیں انہوں نے ہمیں صحیح اطلاع نہیں دی۔

جناب چیئرمین! پہلے یہ کہا گیا کہ مون سون کا موسم آ رہا ہے اور پورے پاکستان کے مختلف علاقوں میں بارشیں ہوں گی اور دو یا تین دن شدید بارشیں ہوں گی لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ خیبر پختونخوا میں اتنی شدت سے سیلاب آئے گا، اتنی شدت سے تباہی آئے گی کہ جو 1929 کی تباہی اور سیلاب سے بھی کئی گنا زیادہ ہو گی، کسی نے ہمیں یہ نہیں بتایا اور پھر ہمارے پاس جو وسائل تھے جناب چیئرمین! وہاں کی صوبائی گورنمنٹ نے اپنے تمام اخراجات freeze کر دیئے، اپنے وزیروں کی تنخواہیں freeze کر دیں، اپنے ترقیاتی programmes freeze کر دیے اور کہا کہ ان لوگوں کی مدد کریں گے جو اس آسمانی آفت کا شکار ہوئے ہیں۔ جناب چیئرمین! ہمارا صوبہ ایک غریب صوبہ ہے۔ پورے صوبے میں ہمارے پاس دو ہیلی کاپٹرز ہیں جو صوبائی حکومت کی ملکیت ہیں۔ اس میں گورنر کا بھی حصہ ہے جو فیڈرل گورنمنٹ کا نمائندہ ہے۔ اب ان حالات میں ہمارے پاس کشتیاں نہیں تھیں۔ جناب چیئرمین! یہاں پر بڑی عجیب بات ہے کہ ہم نے نیوی اور دوسرے اداروں سے کہا کہ ہمیں یہ کشتیاں پہنچائیں لیکن ہمیں بتایا گیا کہ چونکہ آپ کے سیلاب کے بعد یہ پانی پنجاب اور سندھ کے دریاؤں سے گزرے گا تو یہ کشتیاں ہم نے وہاں رکھی ہوئی ہیں تاکہ پنجاب اور سندھ کو آنے والی تباہی سے بچایا جا سکے اور ہمیں وہ کشتیاں نہیں ملیں۔ ہمیں بڑی مشکل سے بحریہ کی طرف سے، فوج کی طرف سے خود ایوان صدر کی جانب سے اور باہر سے ہمیں کچھ 19 ہیلی کاپٹرز ملے ہیں اور دو ہمارے پاس اپنے تھے۔ 21 ہیلی کاپٹرز کی مدد سے ہم نے تمام اضلاع کی مدد کی۔ تباہی صرف ایک ہی علاقے میں نہیں ہوئی ہے۔ جیسے مجھ سے پہلے اعظم سواتی وزیر صاحب نے کہا، ہزارہ میں ہوئی، کوہستان میں

ہوئی، مالاکنڈ میں ہوئی، سوات، دیر، مردان، چارسدہ، پشاور اور ان کے ساتھ، کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان ان تمام علاقوں میں تباہی ہوئی ہے جناب چیئرمین ! اس وقت تک جو ہماری مستند اطلاعات ہیں تقریباً 1500 کے قریب لوگ شہید ہو چکے ہیں اور جو غیر مستند اطلاعات ہیں وہ اس سے دگنی ہیں۔

جناب ! 110 پل تباہ ہو چکے ہیں اس وجہ سے ہمارے صوبے میں communication بالکل ختم ہو گئی ہے۔ ایک ہفتہ سے پشاور، مردان اور چارسدہ سے کٹا ہوا تھا اسی طرح کوئی شخص دیر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ تمام پل ٹوٹ گئے ہیں۔ کوئی شخص سوات سے واپس نہیں آسکتا اور ہزاروں سیاح پھنسے ہوئے ہیں۔جناب چیئرمین ! چینی انجینیئروں کا ذکر ہوا، ہزاروں سیاح ناران میں پھنسے ہوئے ہیں، کالام میں پھنسے ہوئے ہیں، بحرین، مدین میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جناب چیئرمین ! پھر لوگوں کے خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس طرح تباہی آنے والی ہے۔ اس تباہی نے ہمارے صوبے کو 50 سال پیچھے کی طرف دھکیل کر رکھ دیا ہے۔ جناب چیئرمین ! میں سمجھتا ہوں کہ وزیراعظم صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے دوسرے دن ایک فضائی جائزہ بھی لیا لیکن ہمیں جو توقعات تھیں اور دوسرے صوبوں سے ہمیں جو توقعات تھیں ہمیں جو توقع اپنے وفاق سے تھی جو توقعات ہمیں دوست غیر ممالک سے تھیں، ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ سمجھ نہیں آرہی ہے کہ خیبر پختونخوا تو ایک دہشت گردی کے خلاف ساری دنیا کی جنگ لڑ رہا ہے اور جب اس پر تباہی آتی ہے، ایک تباہی کچھ عرصہ پہلے آزاد کشمیر میں زلزلے کی صورت میں آئی۔ پاکستان کے تمام لوگ، تمام صنعت کار، تمام فیڈریشن والے، چیمبرز والے، ایسوسی ایشنز والے، multinationals, banks, یہ جو fast food بیچنے والے ہیں، ان سب نے مدد کی لیکن آج ایک ہفتہ ہو گیا ہے، جناب چیئرمین ! دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا تو انڈسٹریل حب کراچی ہے۔ ہمارا کاروباری حب لاہور، گوجرانوالہ، اور گجرات اور فیصل آباد کے علاقے ہیں۔ وہاں کے کسی private sector, public sector یا semi-public sector سے ہمیں ایک پیسے کی امداد بھی نہیں آئی۔ کسی نے اعلان نہیں کیا ہے کہ ہم خیبر پختونخوا کے ان مظلوم لوگوں کو جو شہید ہوئے ہیں یا جو زخمی ہیں، جو بے گھر ہیں ان کی مدد کی جائے گی۔ کیا ہم پاکستان کا حصہ نہیں ہیں؟ ہمارے ساتھ وہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے جو بنگلہ دیش کے ساتھ کیا گیا تھا۔ جب بنگلہ دیش میں سیلاب آیا تھا تو پورے بنگلہ دیش کے پاس ایک ہیلی کاپٹر تھا۔ ہمارے ساتھ یہ رویہ کیوں رکھا جا رہا ہے۔ جب ہم اپنے IDPs کو پنجاب اور سندھ لے کر جاتے ہیں تو وہاں پر ان کو روک دیا جاتا ہے۔ ان کے خلاف agitations ہوتی ہیں۔ اسلام آباد میں سے ان کے camp کو ہٹا دیا جاتا ہے کہ واپس اپنے علاقوں میں جاؤ۔ آخر ہم

اس ملک کے باشندے ہیں۔ ہم اس ملک کی جنگ لڑرہے ہیں اور بار بار ہماری صوبائی حکومت کہہ رہی ہے کہ خیبر پختونخوا کو آفت زدہ علاقہ قرار دیں لیکن ابھی تک وفاقی حکومت کی طرف سے کوئی اعلان نہیں ہوا ہے۔ ہمارے تو وزیر اعلیٰ نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ہم اپنے تمام ترقیاتی اخراجات کے funds جو کہ 69 ارب ہیں، تمام کو freeze کر دیتے ہیں اور ہم تمام funds کو اس طرف لگا دیں گے۔ ہمیں کوئی ترقی نہیں چاہیے۔ ہمیں ہمارے ٹوٹے ہوئے پل دوبارہ بنتے ہوئے نظر آنے چاہیئیں۔ ہمیں وہ اسکول بنتے ہوئے نظر آنے چاہیئیں، ہمیں وہ ہسپتال بنتے ہوئے نظر آنے چاہیئیں، ہمیں وہ گھر بنتے ہوئے نظر آنے چاہیئیں جو تباہ ہو چکے ہیں۔ آج آپ موٹروے کی طرف سے ہو کر آئے ہیں، آج ایک ہفتے کے بعد یہ راستہ کھلا ہے۔ آپ دیکھیں کہ موٹروے کے دونوں کناروں پر اور درمیان میں لوگوں نے پناہ لی ہوئی ہے۔ کھلے آسمان کے نیچے آباد ہیں۔ ہمارے محدود وسائل ہیں۔ ہمارا صوبہ ملک کا سب سے غریب ترین صوبہ ہے۔ سب سے زیادہ بے روزگاری ہمارے صوبے میں ہے۔ سب سے زیادہ دہشت گردی ہمارے صوبے میں ہے۔ سب سے زیادہ دہشت گردوں کو ہمارے صوبوں میں import کیا گیا ہے۔ ہم دہشت گردوں کے خلاف جنگ بھی لڑرہے ہیں اور اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے لیے صرف بیانات دیے جارہے ہیں۔ ہمیں صرف مشورے دیے جارہے ہیں لیکن جتنی مدد آزاد کشمیر میں زلزلہ زدگان کی ہوئی ہے، ہمیں ایسی مدد نہیں دی جارہی ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے لوگ اسلام آباد، لاہور اور کراچی کی بجائے کہیں اور دیکھیں؟ کیا وہ کہیں اور سے مطالبہ کریں کہ ہماری مدد کرو اور ہمارے مردوں کو کفن دو؟ اور یہ مطالبہ کریں کہ ہمارے بیماروں کے لیے ہسپتال اور دوائیوں کا بندوبست کرو۔ ہم اس کی طرف دیکھیں۔ کوئی بھی اسلامی ملک ہماری طرف مدد کے لیے نہیں آیا۔

جناب چیئرمین! اگر یہی حال ہے تو پھر ہم اپنے لیے راستہ خود تلاش کریں گے۔ آپ پھر ہم سے گلہ نہیں کریں گے۔ آج آپ بنگالیوں سے گلہ کر رہے ہیں۔ جب بنگال میں سیلاب آتا تھا تو ان کے ساتھ بھی یہی حشر ہوتا تھا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ایک تو سیلاب میں ہم غرق ہو رہے ہیں اور پنجاب کا ایک متعصب چینل اور اخبار کالا باغ ڈیم کی بات کر رہا ہے۔ وہ اس انتظار میں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر کالاباغ ڈیم ہوتا تو یہ سارا پانی ہم جمع کر لیتے۔ یعنی یہ پانی ہمیں تباہ کر دیتا، ہمیں غرق کر دیتا، جیسے اس نے غرق کیا ہے، لیکن وہ یہ سوچ رہے ہیں اگر غرق ہونے کے بعد یہ پانی کالا باغ میں اکٹھا ہوتا تو ہم کالا باغ ڈیم بنالیتے۔ جناب چیئرمین! اگر یہ کالا باغ ڈیم خدانخواستہ بنا ہوتا تو یہ جو تباہی ہوئی ہے اس سے دگنی تباہی ہوتی۔ آج اگر نوشہرہ، چارسدہ، مردان اور جہانگیرہ آٹھ آٹھ فٹ پانی کے نیچے ہیں تو اس وقت

وہ پھر سولہ فٹ پانی کے نیچے ہوتے۔ جناب چیئرمین! 62 سال میں ہم نے منڈا ڈیم نہیں بنایا۔ 62 سال میں ہم نے بارانی ڈیم نہیں بنائے۔ ہم نے 62 سال میں وارسک ڈیم کی expansion نہیں کی۔ ہم نے کرم تنگی اور گومل ڈیم نہیں بنائے۔ اگر مالاکنڈ میں ہم یہ ڈیم بناتے تو یہ تمام سیلابی پانی جو قبائل سے ہوتا ہوا پہاڑوں سے آتا ہے، وہ وہاں جمع ہوتا تو یہ پختونخوا اتنا تباہ نہ ہوتا لیکن آج پختونخوا تباہ ہو گیا ہے۔ دہشت گردی کے ہاتھوں الگ تباہ ہوا اور اس آسمانی آفت کے ہاتھوں الگ تباہ ہوا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ آج ہم اس ایوان میں بیٹھے ہیں۔ کیا ہمارے تمام وزیر پیرس چلے گئے ہیں یا اپنے حلقوں میں چلے گئے ہیں۔ آج مجھے کوئی وزیر نظر نہیں آرہا۔ اس سے پہلے پختونخوا کے دو وزیر تھے۔ ایک پختون وزیر آیا، وہ بھی سٹیٹ منسٹر ہے۔ شرم کی بات ہے۔ آج آپ ہمیں بتائیں، آپ اعلان کریں کہ سینیٹ کا اجلاس نہیں ہو گا اور تمام پارلیمنٹرین، ہمارے وزیر، تمام عہدے دار ان علاقوں میں چلے جائیں گے۔ اب یہ تباہی بڑھ کر بلوچستان میں بھی آگئی ہے۔ سندھ اور پنجاب سے بھی تباہی گزر رہی ہے لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ آخر اس اجلاس کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اجلاس کس لیے ہے؟ جب اس میں ہماری بات سننے کے لیے حکومت موجود ہی نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں آ کر اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے علاقوں میں واپس جائیں، اپنے شہروں میں غریب لوگوں کے پاس، اپنے مظلوم لوگوں کے پاس اور اپنی صوبائی حکومت سے کہتے ہیں کہ مل کر کچھ کرتے ہیں۔ کیونکہ اسلام آباد نے اپنی آنکھیں بھی بند کر رکھی ہیں، اپنے کان بھی بند کر رکھے ہیں اور پھر ان وزراء کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ سینیٹ میں آ کر ہماری بات سنیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب اب wind up کیجیے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: کیوں پاکستان کو توڑنا چاہتے ہیں؟ ہم تو پاکستان کو بچانے کے لیے اپنے صوبے کا نام چاہتے تھے اور ہمیں ملا ہے لیکن آج پاکستانی ہونے کے ناتے کیوں ایسا رویّہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کے بینکرز، پاکستان کے تاجر، پاکستان کے صنعتکار، بڑے بڑے سرمایہ دار، بڑے بڑے جاگیردار، ان میں سے آج ہماری مدد کے لیے کوئی نہیں آیا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب wind up کیجیے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: اگر یہی صورت حال ہے تو پھر ہمیں دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو پاکستان کی خاطر دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہاں

بھی ہم شہید ہوں، وہاں بھی ہم مریں، گھر بھی ہمارے تباہ ہوں، آسمانی آفت سے بھی ہم تباہ ہوں اور کوئی ہماری مدد کو نہ آئے۔ اگر کوئی ہماری مدد کو نہ آیا تو پہلے بھی بھاشانی کی طرف سے کہا گیا تھا، آپ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم بھی وہی نعرہ لگائیں، ہم بھی کسی اور طرف دیکھیں، ہم بھی کسی اور طرف سے مدد مانگیں۔ آپ ہماری مدد کے لیے کیوں نہیں آتے؟ اور یہ وزراء کدھر چلے گئے ہیں؟ کیا ہماری مدد کے لیے پختونخوا گئے ہیں؟ کیا یہ سوات گئے ہیں؟ کیا ڈیرہ اسمٰعیل خان گئے ہیں؟ کیا یہ کالام اور ناران گئے ہوئے ہیں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب ابھی wind up کیجیے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! آپ کا فرض ہے کہ آپ ان سے پوچھیے۔ ۸۰ وزراء مشیروں پر مشتمل کابینہ موجود ہے۔ ایک دو پختون وزیر میں نے یہاں دیکھے تھے، جن کا تعلق ہزارہ اور بلوچستان سے ہے، وہ بھی چلے گئے۔ جناب چیئرمین! اگر آپ نے یہی رویہ اختیار کرنا ہے تو ہم یہی پیغام لے کر پشاور جائیں گے، ہم یہی پیغام لے کر پختونخوا جائیں گے کہ ہماری بات کوئی نہیں سنتا۔ ہماری بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ ہماری مدد کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اچھا ہوتا کہ میں حافظ صاحب کی طرح زور دے کر اپنا نمبر پہلے لے آتا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مندوخیل صاحب وہ تینوں محرک تھے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بہر صورت جناب والا! آج ہم، تمام ملک غمگین ہے۔ تمام ملک اداس ہے۔ کیونکہ چند دنوں سے قدرتی آفات، پانی، سیلاب نے مجموعی طور پر تمام ملک کو متاثر کیا ہے، بالخصوص صوبہ پختونخوا کو ہر پہلو سے نقصان پہنچایا ہے۔ خواہ وہاں زرعی اراضی ہے، خواہ وہاں تعمیرات، گھر اور گاؤں ہیں، خواہ انفراسٹرکچر ہے، گیس پائپ لائن، الیکٹریسٹی، سڑک، پل، جو کچھ بھی ہے، وہ چند لمحوں میں ڈوب گیا ہے۔ خاص طور پر صوبہ پختونخوا کی یہ صورت حال ہے۔

(اس مرحلے پر جناب پریذائیڈنگ آفیسر (سینیٹر عباس خان) کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جی مندوخیل صاحب بولیے۔

سینیٹر عبد الرحیم مندوخیل: آپ کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ جناب! مجموعی طور پر صوبے کی تمام چیزیں، خواہ وہ اراضی ہے، خواہ وہ تعمیرات ہیں، آپ نے بازار دیکھے ہوں گے، میں نے جو دیکھے، جو سڑکیں دیکھیں وہ دریا کی صورت اختیار کر چکی تھیں۔ ایسے حالات ہیں۔ اس میں ہمارے لوگوں کا سب کچھ ڈوب گیا ہے۔ مکانات گر گئے ہیں۔ جو کچھ ان کے پاس تھا، گھر تھا یا مکان تھا یا گھر کی دیگر اشیا تھیں، وہ سب بہہ گئیں۔ اس وقت وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں سے آپ پوچھیں، ان کے لیے ایک گلاس پانی بھی مسئلہ بنا ہے۔ انہیں ایک گلاس پانی نہیں مل رہا ہے۔ اگر آپ کسی کو وہاں پانی سے نکال بھی لیں، موٹروے نمبر ۱ پر آنے والوں پر کم از کم ایک احسان تو کیا، باقی احسانات آپ نے کرنے ہیں یا نہیں کرنے، وہ اپنی جگہ، کم از کم اس موقع پر انسانوں کے لیے پناہ کی کوئی جگہ تو ہے جہاں کچھ انسان بیٹھ گئے ہیں۔ یہاں کی یہ حالت ہے۔ اس میں ہم یہ نہیں کہیں گے کہ کسی نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک اس میں حکومت کی کمزوریاں ہیں لیکن اس مسئلے میں، خواہ وہ صوبائی حکومت ہے، خواہ وہ مرکزی حکومت ہے۔ یہ سیلاب اچانک آیا ہے اور اتنی تیزی سے آیا کہ کوئی کسی کی مدد کے لیے جا ہی نہیں سکتا تھا۔ سڑکوں کے بڑے، چھوٹے پل گر گئے۔ اب وہاں کیسے جایا جائے؟ یہ صورت حال ہے۔ اس لحاظ سے مجموعی طور پر ملک کی پارٹیوں، ہماری حکومتوں خواہ وہ وفاقی حکومت ہو یا صوبائی حکومتیں ہوں، کی ذمے داری بنتی ہے۔ جب زلزلہ آیا تھا، اس وقت اچھے انداز میں کام ہوا تھا۔ اس زلزلے کے بعد بحالی اور امداد کا کام، باوجود کمزوریوں کے بڑے اچھے انداز میں ہوا۔ اس میں وسائل بھی ملے۔ اس میں اتھارٹی بنائی گئی اور اس اتھارٹی نے فوری طور پر کام بھی کیا۔ اس وقت حکومت کا ہر ادارہ ذمے دار ہونا چاہیے۔ بے ادبی معاف، ہم چندے کی بات کرتے ہیں، چندے سے کام نہیں بنے گا۔ آپ حساب لگائیں۔ تین کمروں کا ایک مکان کتنے میں بنتا ہے؟ اس حوالے سے اگر آپ چندے سے رقم جمع کریں۔ ٹھیک ہے ہنگامی حالات میں موقع پر ہمارے لوگوں میں سے کسی نے چاول تیار کیا ہے، کسی نے روٹی تیار کی ہے، کسی نے چائے تیار کی ہے اور وہاں لوگوں کو یہ چیزیں فراہم کی ہیں، یہ اور بات ہے۔ یہ فوری مسئلے سے لوگ نمٹ رہے ہیں لیکن اب بحالی کے اصل مسئلے کا سامنا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ تمام ملک، ہماری وفاقی حکومت، صوبائی حکومت ایسے ادارے بنائے، اس کے لیے فنڈز تلاش کرے، خواہ وہ بین الاقوامی ہوں، خواہ وہ ملکی ہوں اور اس سے فوری طور پر ان لوگوں کی مدد کی جائے، جن کے مکانات گر چکے ہیں، جن کے مال مویشی برباد ہو گئے ہیں، جن کی دکانیں ختم ہو گئی ہیں اور مجموعی

طور پر جن لوگوں کی تمام ضروریات زندگی ختم ہو چکی ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کام کا ذمہ کوئی اتھارٹی یا حکومت لے اور اس کے لیے فنڈز جمع کرے۔ حاجی صاحب کی بات صحیح ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ہماری مدد کے لیے کوئی نہیں آیا لیکن اب ہم اس پر بحث نہیں کریں گے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اب ہم ان سے دوبارہ درخواست کریں کہ ہماری مدد کریں۔ ہمارے صوبے میں سیلاب پہلے بارکھان میں آیا پھر کوہلو، سبی، لہڑی اور اب ژوب کی دونوں اطراف پانی سب کچھ بہالے گیا ہے۔ دوسرے علاقے بھی ایسے ہیں، ان سب کے لیے انتظام ہونا چاہیے۔ اب یہ سیلاب آگے بڑھ رہا ہے، پنجاب سے سندھ میں داخل ہوا ہے۔ ظاہر ہے بہت نقصان ہو گا، اس حوالے سے میری اتنی ہی عرض ہے۔ اللہ مہربان ہو اور جو لوگ وفات پا گئے ہیں، پندرہ سو کی تو تصدیق ہو گئی ہے، اس کے علاوہ بہت سے لوگ وفات پا گئے ہیں۔ اللہ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ مہربانی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ طاہر مشہدی صاحب۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: شکریہ، جناب چیئرمین! اس وقت پاکستان مختلف مصیبتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ سب سے زیادہ تو خیبر پختونخوا کی جو خوبصورت قومیں وہاں پر بستی ہیں، ان کا نقصان ہوا ہے اور جیساحاجی صاحب نے کہا کہ انہوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں بہت قربانیاں دیں، جس کی ہم قدر کرتے ہیں۔ اب مالا کنڈ، نوشہرہ، چارسدہ، سوات، شانگلہ خاص طور پر اور باقی پختونخوا پورا پانی کی لپیٹ میں ہے۔ پچھلے پانچ دنوں میں دیکھا گیا ہے کہ جو relief operations کیے گئے ہیں یا نہیں کیے گئے، ان میں نوٹ کرنے والی سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی قسم کی coordination نہیں تھی۔ No doubt Federal and provincial governments نے اپنے جو بھی تھوڑے بہت وسائل تھے، دیے۔ پاکستان کے غریب عوام چاہے پختون، سندھی یا پنجابی ہوں، وہ ہیں تو پاکستانی اور ہم سب کے ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ پختونخوا میں پندرہ سو افراد فوت ہوئے ہیں لیکن کم از کم تین ہزار کے قریب لاشیں لوگوں کو مل گئی ہیں۔ کیونکہ آہستہ، آہستہ خبریں مل رہی ہیں اور اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے، کم ہے۔ اگر ہماری صحیح تیاری ہوتی تو یہ سب کچھ بچایا جا سکتا تھا۔ ہم لوگ سبق سیکھتے ہی نہیں۔ Earthquake آیا، پھر بلوچستان میں earthquake آیا، اس کے بعد floods بھی آئے اور چلے گئے لیکن successive military and

civil governments سب سوتی رہیں اور کسی قسم کی ایسی organization نہیں بنائی جو react کر سکے۔ Plane crash ہو تو کوئی coordinated effort نہیں ہوتی، ہمارے پاس کوئی چیز تیار نہیں ہے۔ ایک high level کا Disaster Management Cell بنایا گیا جس میں بڑے قابل اور dedicated لوگ رکھے گئے لیکن اس کا کیا infrastructure ہے، ہمیں کوئی وزیر آ کر بتائے۔ پاکستان کے level پر اس کو کچھ دیا بھی گیا ہے یا نہیں؟ پوری دنیا نے ہمیں پیسے دیے اور دے رہے ہیں۔ وہ پیسا کہاں گیا، کس نے خرچ کیا، کیسے خرچ کیا؟ ہم صرف اخبارات میں headlines پڑھ سکتے ہیں۔ Courts میں دیکھ سکتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ کھایا پیا گیا اور اس کے بعد سب کچھ بھلا دیا جاتا ہے اور جب disaster strike کرتا ہے تو پورا پختونخوا ڈوب جاتا ہے، اب لیہ اور مظفر گڑھ ڈوبا ہوا ہے۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ سب پاکستانیوں کے ساتھ یہی صورت حال ہے اور اب یہ سیلاب سندھ میں جا رہا ہے۔ سندھ میں low lying areas سکھر، گھوٹکی، نوشہرو فیروز، حیدر آباد، بدین، ٹھٹھہ جن کے بارے میں آج بتا رہا ہوں کہ وہ اس پانی کے نیچے چلے جائیں گے۔ وہاں کی لاکھوں، کروڑوں ایکڑ زمینوں پر فصلوں کا نقصان ہو گا جیسا کہ پختونخوا میں ہوا ہے، ہزاروں گھر اجڑ گئے ہیں۔ یہ reconstruction کی باتیں ایک دن ہوں گی اور پھر بھول جائیں گے۔ وہاں پر rehabilitation کی ضرورت ہے، ابھی تک کوئی planning نظر نہیں آ رہی، ان کو rehabilitate کرنا ہے۔ آپ پچاس سال پیچھے کہہ رہے ہیں، میں کہتا ہوں کہ سو سال پیچھے چلے گئے ہیں۔ ایک گھر بڑی مشکل سے بنتا ہے اور کتنے ہزار گھر، سکول buildings گر گئی ہیں۔ میں Ministry of Foreign Affairs سے پوچھتا ہوں کہ اس نے کیا کیا ہے؟ امریکہ نے تو دس ملین ڈالر دے دیے، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ کم از کم انہوں نے تو ہمیں پوچھا ہے۔ چین نے flood کے لیے 1.5 million dollar دیے ہیں، باقی پوری دنیا میں خاموشی ہے۔

آپ ہیلی کاپٹر کو رو رہے ہیں، ابھی سعودی عرب کو تین، چار ماہ پہلے 200 brand new helicopters ملے ہیں اور ان کے پاس اس سے دو گنا پہلے سے موجود ہیں۔ کسی نے جا کر ان کی منت کی کہ ہمارے بچوں کو بچانے کے لیے پچاس ہمیں بھی دے دو؟ آپ کے قریب جو Nato forces ہیں، میں حملہ کرنے والے helicopters کی بات نہیں کر رہا، passenger helicopter, troops carriers کی بات کر رہا ہوں، ان کے پاس ہزار سے زیادہ ہیں، Ministry of Defence کے کسی official نے ان کو کہا کہ آپ ہمیں کم از کم پچیس ہیلی کاپٹر بھیج دیں-----

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مشہدی صاحب، wind up کرلیں۔

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی: ہم بہت کچھ کرسکتے ہیں اور یہ بہت ضروری ہے۔ ہمارے پاس صرف پاکستان آرمی ہے، وہ جو کچھ کر رہی ہے، میں اس کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مگر میں کہہ رہا ہوں کہ کم ازکم سندھ کو بچایا جائے اگر آپ نے پختونخوا اور میرے پختون، پنجابی بھائیوں کو ڈوبنے دیا تو سندھ کے لیے کچھ کرو، آرمی کو ابھی سے call out کرو۔ پکے ہوئے کھانے کے پارسل تیار کرو جو ان لوگوں کو دینے ہیں۔ ہیلی کاپڑ سے کم ازکم روٹی نیچے پھینک دو تا کہ لوگ بھوک سے نہ مریں۔ وہاں پر ڈاکٹر اور medical supplies بھیجو۔ Anti snake serum بہت ضروری ہے کیونکہ ہمارے علاقوں میں سانپ نکل آتے ہیں۔ بلوچستان میں بھی یہی مسائل ہوئے کسی نے کچھ نہیں کیا۔ خدارا! حکومت جاگے اور discipline کے ساتھ coordinated effort کرکے ہم لاکھوں جانیں، property اور اس قسم کے نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ حکومت نے ابھی تک جو کیا ہے اور جو کچھ کر رہی ہے، وہ بہت کم ہے اور ہمیں افسوس ہے کہ ابھی تک عوام کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ ان کو ابھی تک کوئی compensation نہیں ملی، ان کے تمام کاروبار اور فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ اب ان کو rehabilitate کرنا ہے، ابھی سے جاگیں گے تو ہمارے غریب لوگ چاہے وہ پختون، سندھی یا بلوچ ہوں، ان کا کچھ ہو گا۔ مہربانی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ جناب پرویز رشید صاحب۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین! اس وقت پاکستان کے لوگ یقیناً ایک المیے کا شکار ہیں۔ جہاں جہاں سے پانی گزر رہا ہے، افسوسناک واقعات کو جنم دیتا جا رہا ہے۔ ہم سب اس حقیقت سے بھی واقف ہیں کہ جو سیلاب کی کیفیت اور پانی کی مقدار ہے، تاریخ میں شاید ہی اس کی مثال ملتی ہو اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیں اپنے لوگوں کی جس طرح مدد کرنی چاہیے تھی، وہ نہ صرف نظر نہیں آئی بلکہ بعض مرتبہ ایسا محسوس ہوا کہ اس تباہی و بربادی سے جو احساس پیدا ہونا چاہیے تھا، اس کا بھی فقدان رہا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ پانی سے تباہی جہاں جہاں ہوتی ہے، وہ نہ کسی سے اس کی نسل پوچھتی ہے، نہ کسی سے اس کی زبان پوچھتی ہے، نہ اس کا تعلق کسی علاقے سے ہے اور نہ پاکستان کے کسی خاص حصے سے ہے، اس کی زد میں ہر نسل کے لوگ آئے ہیں، اس کی زد میں ہر زبان بولنے والے آئے ہیں اور اس کی زد میں پاکستان کے تمام علاقے آئے ہیں۔

جناب والا! جب اسی طریقے سے دہشت گردی اپنے جال کو پھینکتی ہے تو اس کی پکڑ میں بلاتفریق زبان، نسل اور مذہب سب لوگ آتے ہیں۔ اس لیے ہم جب یہ کہتے ہیں کہ کوئی ایک شخص بھی خواہ اس کا تعلق کسی زبان، نسل اور علاقے سے ہو، کسی المیے کا شکار ہوتا ہے تو ہم سب کے دل اس کے ساتھ دھڑکتے ہیں، اس کی مدد کرنا ہم سب پر فرض ہوتا ہے اور زندہ قوموں کا شعار یہی ہے کہ اگر وہ خوشی اکٹھے نہ منا سکیں تو کم از کم غم، تکلیف اور مصیبت کے وقت میں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اس مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جناب والا! مجھے یہ باتیں کہنے کی ضرورت صرف اس لیے محسوس ہوئی کہ مجھ سے پہلے ایک آدھ تقریر اس موضوع پر کی گئی جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے اس تباہی اور بربادی میں بھی کسی انسان اور کسی خاص علاقے کے لوگوں کا کوئی دخل تھا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جن کو الزام دیا جا رہا ہے، وہ بھی اس المیے کا شکار ہیں اور وہ بھی اس المیے سے نمٹنے کے لیے اسی طرح کاوش میں مصروف ہیں جس طرح دوسرے لوگ ہیں۔ میں اپنے بھائیوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے دل آپ کے ساتھ دھڑکتے ہیں، آپ کی تکلیف ہم سب کی تکلیف ہے اور ہم اس تکلیف کو اسی طرح محسوس کرتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ محسوس کرتے ہیں جس طرح ہم اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔ جناب والا! پاکستان مسلم لیگ کی پنجاب میں حکومت ہے اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف کو ہماری پارٹی کے قائد کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اپنا camp office اس علاقے میں قائم کریں جہاں پر سیلاب سب سے زیادہ تباہی مچا رہا ہے۔ اس ہدایت کے پیش نظر انہوں نے اپنا office لاہور سے ڈیرہ غازی خان منتقل کیا ہے اور وہ مستقل طور پر ڈیرہ غازی خان میں قیام پذیر ہوں گے، میں اس کا ذکر اس لیے نہیں کر رہا کہ میں ان کی تعریف میں کوئی بات کہنا چاہتا ہوں۔ دراصل یہ بات کہنے کا میرا مدعا یہی ہے کہ یہی راستہ مرکزی حکومت کو بھی اختیار کرنا چاہیے تھا، اگر وزیر اعظم انتخابی جلسوں سے خطاب کرنے کی بجائے ان علاقوں میں پہنچ جاتے اور سیلاب میں گھرے ہوئے لوگوں سے اظہار یک جہتی کرتے تو یقیناً یہ اشک شوئی کچھ نہ کچھ غم اور تکلیف میں کمی کا سبب بنتی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: پرویز صاحب! wind up کریں۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب والا! میں صرف ایک نکتہ اور بیان کروں گا کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ میں عموماً کم وقت میں بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں، میں آج بھی بہت مختصر بات کروں گا۔ جناب والا! ایک سیلاب وہ ہے، جس کے ہم شکار ہوئے ہیں، ایک دوسرا سیلاب بھی ہے جو شرمندگی

کا سیلاب ہے، اس میں بھی پوری پاکستانی قوم غرق ہوئی ہے، میرے اور آپ کے بہن، بھائی، بزرگ اور بچے پانی میں ڈوبے لیکن اس قوم کا وقار بھی ایک سیلاب کی نذر ہوا ہے جب David Cameron نے ہندوستان میں کھڑے ہو کر پاکستان کے بارے میں ایسے الفاظ کہے، جن کو میں دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔ ہم سیلاب کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آپ سے آج التجا کر رہے ہیں، آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور ان تجاویز پر غور کر رہے ہیں کہ پاکستانی قوم کے افراد جن علاقوں میں پانی میں پھنس چکے ہیں، انہیں کیسے بچایا جائے، کیسے محفوظ بنایا جائے۔ ہم پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ پاکستانی قوم کے وقار کو جو دھچکا لگا ہے، پاکستانی قوم کے اس وقار کو برقرار رکھنے کے لیے اگر صدر پاکستان اپنا برطانیہ کا دورہ ملتوی کر دیتے، میں یہ کہتا ہوں کہ وہ دورہ منسوخ نہ کرتے، وہ کچھ دنوں کے لیے احتجاجاً اس دورے کو ملتوی کرتے تو یہ احساس نہ ہوتا کہ وزیراعظم برطانیہ نے جو بات کہی ہے، اس پر صدر پاکستان مہر ثبت کر رہے ہیں کیونکہ جب ان سے ملیں گے اور ہاتھ ملائیں گے اور اخبارات اور television پر ان کی تصاویر آئیں گی تو ساری دنیا کو یہی پیغام جائے گا کہ پاکستان نے David Cameron کے کہے ہوئے الفاظ پر مہر ثبت کر دی ہے۔ کیا یہ اچھا نہیں تھا کہ وہ اس دورے کو ملتوی کر دیتے اور پاکستان واپس آ جاتے، وہ پاکستان آ کر حکومت برطانیہ کو مجبور کرتے کہ David Cameron اپنے الفاظ واپس لیں اور جناب والا! یہ مطالبہ صرف پاکستان اور پاکستانی قوم کا مطالبہ نہیں تھا بلکہ خود برطانیہ میں David Cameron کی اس تقریر کو اچھا نہیں سمجھا گیا، David Miliband نے اپنے وزیراعظم کے بارے میں جو کچھ کہا، ہم میں اتنی جرأت بھی پیدا نہیں ہوئی کہ ہم David Miliband کے الفاظ کا ہی سہارا لے لیتے۔ جناب والا! برطانیہ کے اخبارات نے اپنے وزیراعظم کی تقریر پر تنقید کی، ہمیں اس سے بھی جرأت نہیں ملی کہ ہم انہی الفاظ کو دہرا دیتے جو برطانوی اخبارات میں لکھے گئے ہیں۔ ہماری بے حسی اس حد تک بڑھ گئی کہ ہم اگر پانی میں ڈوب جائیں، ہمیں تب بھی بچانے کوئی نہ آئے، اگر کوئی ہمارے وقار، غیرت اور ہماری خودمختاری کو للکارے اور پوری قوم اس میں ڈوب رہی ہو، ہمارا تب بھی کوئی ہاتھ پکڑنے نہ آئے۔

جناب والا! پانی کی تباہی کے اثرات ختم ہو جائیں گے، سیلاب دنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، قومیں اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑی ہو جاتی ہیں لیکن صدر پاکستان کا دورہ پاکستان کو جس تباہی کی طرف لے کر جائے گا، وہ تباہی صدیوں تک اپنے اثرات باقی رکھے گی۔ لہذا، میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ پورا House اس بات کی التجا کرے، ان سے درخواست کرے، ان سے اپیل کرے کہ آپ

ہمارے صدر ہیں، ہمارے جذبات کی ترجمانی کیجیئے اور پاکستان واپس آئیے، اس وقت تک برطانیہ کا رخ نہ کریں جب تک David Cameron اپنے الفاظ واپس نہیں لیتا۔ شکریہ جناب۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ نیلوفر بختیار صاحبہ۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! جب کوئی آسمانی یا کوئی ناگہانی آفت آتی ہے تو اس میں تین اہم چیزیں ہوتی ہیں، ایک immediate relief ہوتا ہے، ایک rescue ہوتا ہے، اور پھر ایک rehabilitation ہوتی ہے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ میں نے اسی House کے floor پر کھڑے ہو کر اس House اور حکومت وقت سے التجا کی تھی کہ ملک میں بارشوں کی وجہ سے جو سیلاب آرہے ہیں، ان سے بہت زیادہ نقصان ہونے جا رہا ہے، اس کی فوری assessment کی جائے، اس کی کوئی پیش بندی کی جائے۔ مجھے floor پر بولنے کے لیے ڈیڑھ منٹ سے زیادہ اجازت نہیں دی گئی اور نہ میری بات کو کوئی اہمیت دی گئی، آج اس کا نتیجہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ جناب چیئرمین! NWFP, خیبر پختونخوا، میں معذرت سے کہتی ہوں کہ نام بدل گیا ہے، آدھا Session اس debate کی نذر ہو جائے گا کہ صوبے کا نام کیا ہے کیونکہ ہم سب یہاں پر debate کرنے کے champion ہیں، issues کو address کرنے کے لیے ہم میں سے کوئی champion نہیں ہے، میں بدقسمتی سے یہ کہنا چاہتی ہوں جناب چیئرمین! کہ مجھے بعض اوقات اس House کی کرسی پر بیٹھے ہوئے بہت الجھن ہوتی ہے، آپ جو قوانین اور constitutions بناتے ہیں، ہم جن پر بات کرتے ہیں کہ ایجنڈے پر وہ چیز پہلے آنی چاہیے اور وہ چیز بعد میں آنی چاہیے، یہ انسانوں کے لیے بنائے گئے ہیں، جب انسان ہی اس ملک میں نہیں رہیں گے تو یہ قوانین کس کے کام آئیں گے۔ ہم صرف تقاریر کرتے ہیں, we play to the galleries پھر ہم ان بیانات کے پیچھے دوڑتے ہیں کہ وہ چھپے کہ نہیں، ہمارا ticker چلا کہ نہیں چلا، اور بات ختم۔ جناب والا! ہم بات یہ کر رہے ہیں کہ پختونخوا میں سیلاب آیا، بہت تباہی ہوئی ہے، پاکستان کا اس وقت سب سے زیادہ badly hit صوبہ پختونخوا ہے، لیکن اب تک کسی نے بلوچستان کی بات نہیں کی۔ پچھلے دو ہفتے سے وہاں ہم rescue and relief operations میں پھنسے ہوئے ہیں، بلوچستان کے لوگ جانتے ہیں کہ وہاں کی کیا حالت ہے۔ کیا وہ اس ملک کے شہری نہیں ہیں؟ کیا ان کے لیے کوئی مدد پہنچنا ضروری نہیں ہے؟ وہی سیلاب اب پنجاب میں آکر سندھ کی طرف رخ کر چکا ہے۔ آج ہم اس کی کیا پیش بندی کر رہے ہیں؟ سندھ کو

تھوڑا سا یہ advantage ہوتا ہے کہ باقی ملک کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ planning کی جا سکتی ہے۔ کیا اس ملک کا کوئی ادارہ آج سندھ میں آنے والے سیلاب کی پیش بندی کر رہا ہے؟ جناب والا! میں press statements اور اخباری بیانات کی بات نہیں کر رہی۔ ابھی میرے ایک سینیٹر بھائی نے کہا کہ ایسا کوئی ادارہ ہو، ایسا ادارہ ملک میں موجود ہے، NDMA موجود ہے، تین روز سے میں خود field میں موجود ہوں، میں نے وہاں نہ مرکزی حکومت، نہ صوبائی حکومت اور نہ NDMA کو دیکھا ہے، اگر میں نے کسی کو بچا کچا دیکھا ہے تو فوج کے جوان کہیں کہیں rescue میں نظر آئے۔ جناب! لوگ سامنے نہیں آ رہے ہیں، مجھے نہیں پتا کہ کیا المیہ ہے۔ ایک trickle down effect ہوتا ہے جو اوپر سے نیچے آیا کرتا ہے، زلزلے کے وقت پوری قوم اس لیے اکٹھی ہو گئی تھی کہ اوپر بیٹھے ہوئے لوگ اتنی بڑی بے حسی کا شکار نہیں تھے، آج یہ بے حسی ہے حالانکہ آج جو میڈیا دکھا رہا ہے اور اگر اس میڈیا کی چیزوں کو غور سے دیکھیں تو ہمیں سمجھ آئے گی کہ میڈیا exaggerate نہیں کر رہا، واقعی اس وقت بھی لوگوں کے بچے بھوک سے مر رہے ہیں لیکن ہمیں کوئی احساس نہیں ہے، ہم بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں میرا call attention notice پہلے آئے یا وہ آئے، اس میں آپ نے آدھا دن ضائع کر دیا۔ میں یہاں آ کر پچھتائی، میں اس سے بہتر کام وہاں ہلال احمر کے دفتر میں کر رہی تھی، یہاں میں اس لیے آئی تھی کہ اپنے ہاؤس کو آگاہ کروں کہ یہ ایک شدید ایمرجنسی کا وقت ہے، اگر کسی اور علاقے کو emergency relief چاہیے تو میں اپنی خدمات پیش کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے جو نام مجھے جمعرات کے روز دیئے، ان علاقوں میں اب تک مدد پہنچ چکی ہے۔

جناب والا! کل میں جس علاقے میں کھڑی تھی وہاں کم از کم مجھے 8 یا 10 لوگوں نے approach کیا ہے کہ ہمیں کشتیاں دے دیں۔ بد قسمتی سے وہ سمجھے کہ میں وزیر ہوں اور میرے پاس شاید helicopters کھڑے ہیں، انہوں نے کہا کشتیاں دیں، ہم نے لوگوں کی جان بچانی ہے، انہوں نے کہا ہمیں آپ کا کھانا نہیں چاہیے، ہمیں جان بچانے کے لیے کشتیاں دیں۔ جناب چیئرمین! مجھے وہ وقت یاد آ رہا تھا کہ earthquake آیا ہوا تھا اور ہم مارگلہ ٹاور کے سامنے کھڑے تھے، وہ کہتے تھے ہمارے پاکستان میں concrete cutters نہیں ہیں، اس لیے ہم کوئی relief نہیں پہنچا سکتے۔ میں کسی حکومت وقت کو blame نہیں کرتی، میں سب کو blame کرتی ہوں، اس پورے ایوان کو اپنے سمیت blame کرتی ہوں، اس میں ہم سب قصوروار ہیں۔ کیا ہم ان issues کو اتنا بھی address نہیں کر سکے کہ ہمارے پاس کشتیاں ہوں، ہم اپنے helicopters سے لوگوں کی جانیں بچا سکیں۔ میں نے ایسے

کو deal patients کیا جن کی delivery ہونے والی تھی۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو کیا کیا باتیں بتاؤں، میں اس floor پر لوگوں کے کیا کیا دکھ بتاؤں گی۔ کل جس وقت میں کھانا اور آٹے کی تھیلیاں بانٹ رہی تھی تو ایک باریش تقریباً 40,45 سال کا خوبصورت معتبر پٹھان، اس نے کہا بیگم صاحبہ میں ایک یونیورسٹی کا پروفیسر ہوں، اس کے کپڑے کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے، اس نے بتایا کہ میرے چار بچے سیلاب میں بہہ گئے ہیں اور پھر اس نے کہا کہ مجھے سامان نہیں چاہیے اگر آپ میری مدد کر سکیں تو مجھے ایک کپڑے کا جوڑا دے دیں، میں کپڑے تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! ابھی اس سے پہلے ایک interior committee تھی، اس میں ہم terrorism کے حوالے سے نیا law بنانے جا رہے ہیں، جسے ہم نے review کرنا تھا۔ اس پر بھی ہم نے صرف point scoring کی اور تقاریر کیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ wind up کریں۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: نہیں جناب چیئرمین! میں آج بولوں گی، آج آپ مجھے نہیں روکیں گے۔ جناب چیئرمین! میری بات سنیئے۔ میں کل سڑک پر اڑھائی گھنٹے relief لے کر کھڑی رہی، اس کے بعد وہاں سے ہٹے تو ہمارا ٹرک پھنس گیا کیونکہ ایک سیاسی جماعت کے لیڈر وہاں پہنچ رہے تھے، انہوں نے traffic jam کر دیا، کل سڑکوں پر اتنا traffic jam کیا گیا کہ ہلال احمر کے trucks relief لے کر متاثرہ لوگوں تک نہیں پہنچ سکے اور رات ہو گئی۔ کیا ان سیاسی لیڈروں کا وہاں کا دورہ اتنا ہی اہم ہے۔ اس incident کی کیوں تفتیش نہیں کی جاتی کہ کل لوگوں کو گھنٹوں موٹروے پر روکا گیا۔ اپنی جانوں کا اگر اتنا ہی تحفظ ہے، اپنی پارٹی کے اتنے ہی جھنڈے دکھانے ہیں تو پھر ہم دارالخلافے میں بیٹھیں، ہمیں اپنے relief camps میں ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں ضرورت ہے تازہ پکے ہوئے کھانے کی، لوگوں کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! پرسوں میں ایک جگہ کھڑی تھی وہاں وفاقی حکومت نے پچاس آٹے کی بوریاں بھیجیں۔ کیا وہ لوگ آٹا پکا سکتے ہیں؟ کھا سکتے ہیں؟ آٹے کی بوریاں وہ کہاں سنبھالیں گے؟ نہ گھر ہے اور نہ برتن ہیں، کیوں camps نہیں لگائے گئے، اگر کہیں لوگ اکٹھے ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو insanitation hygiene کی situation بہت خراب ہے، جسمانی امراض پھیل رہے ہیں، skin diseases کی بھرمار ہے۔ آپ دیکھیئے گا کہ ابھی کوئی بہت بڑا epidemic پھیلے گا۔

جناب والا! میں اس ہاؤس کے تمام ممبران سے اپیل کرتی ہوں کہ یہ ایک national calamity اور disaster ہے، اس کو اس نہج پر treat کیا جائے اور وہ مظلوم لوگ جو آج بھی صرف rescue کے لیے بیٹھے ہیں ان کا rescue operation تیز کیا جائے۔ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگ اپنے اپنے علاقوں میں جائیں، یہاں تقریر کر کے مت بیٹھیں، اس اجلاس کو برخاست کیا جائے۔ اس وقت ایمرجنسی کی situation ہے، ہم سب کو اپنے اپنے علاقوں میں جانا چاہیے، وہاں جا کر ہم عوام کی خدمت کریں۔ ہم جو یہ تنخواہیں لیتے ہیں، عوام کے taxes سے لیتے ہیں، ان کا ہم پر زیادہ حق بنتا ہے بہ نسبت اس debate کے کہ جس کا مجھے کوئی بھی حل نکلتا نظر نہیں آتا۔ میں اس کے ساتھ ہی معذرت کرتی ہوں کہ اگر میں نے کسی کا دل دکھایا ہے لیکن میں نے یہ باتیں اس ملک سے محبت کرتے ہوئے کہی ہیں، کسی کو چھوٹا یا بڑا کرنے کے لیے نہیں کہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ سیلاب ہو، زلزلہ ہو یا وبائی امراض ہوں، یہ قدرتی آفات ہیں، انسان کے بس میں نہیں کہ وہ ان آفتوں کو روک سکے یا ان کے لیے کوئی ایسی تدبیر کر سکے کہ مستقبل میں کوئی ایسی آفت نہ آئے۔ یہ حادثات پوری دنیا میں ہوتے ہیں۔ امریکہ جو دنیا کی واحد سپر طاقت ہے، وہاں بھی طوفان اور زلزلے آتے ہیں، بارشیں برستی ہیں۔ بہرحال یہ نقصانات قدرتی ہیں، اس کے لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اپنی قوم کو صبر کی تلقین کریں، بجائے اس کے کہ انہیں بھکاری بنائیں، انہیں حوصلہ دیں یا جو جائز مدد ہو سکتی ہے وہ کریں۔

جناب چیئرمین! صوبہ خیبر پختونخوا کے اپنے وسائل ہیں، صوبہ بلوچستان کے اپنے وسائل ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ حکومتیں بھی سیاسی جماعتوں کی ہوتی ہیں، جو حکومتیں، جو لوگ، جو جماعتیں ووٹ کی سیاست کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہو سکتے لیکن اس کے باوجود کہیں اگر صرف وسائل کی کمی کی وجہ سے کوئی اس طرح دکھائی دے کہ عوام کی خدمت نہیں ہو سکی اور ان کے پاس بروقت نہیں پہنچ سکے، اگر وسائل ہوں اور لوگوں کی خدمت نہ ہو تو یقیناً یہ ایک کوتاہی بھی ہے، غفلت بھی ہے اور اس پر پھر ذمہ داروں کو جتنا بھی کہا جائے وہ کم ہے لیکن بعض چیزیں جو حقیقت کا درجہ رکھتی ہیں وہ یقیناً ہمارے سامنے ہیں کہ پاکستان جن مشکلات میں گھرا ہوا ہے، جو مشکلات صوبوں کو درپیش ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قدرتی آفات کے حوالے

سے کسی کو کوسنا، کسی کو ملامت کرنا یہ شاید میرے نقطہ نظر سے درست نہ ہو۔ اب جب کہ ایک آفت آئی ہوئی ہے تو ہمیں بحیثیت قوم اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ جس طرح ماضی میں زلزلہ آیا تھا اس موقع پر بھی پوری قوم نے یکجہتی کا مظاہرہ کیا، کسی کے پاس آٹے کے دو تھیلے تھے تو اس نے وہ پہنچا دیئے، کسی کے پاس اپنے بچوں سے ہٹ کر کچھ پیسے تھے، وسائل تھے وہ بھی پہنچ گیا تو ایسے موقع پر اگر ہم جنگی بنیادوں پر اور قومی جذبے کے تحت چاہے حکومت ہو، چاہے سیاسی جماعتیں ہوں، چاہے NGOs ہوں، چاہے پاکستانی قوم ہو، ہم سب کو اس میں کردار ادا کرنا چاہیے۔ اگر ہم یہ سمجھیں کہ شاید وہاں کی صوبائی حکومت جو پہلے سے مشکلات میں ہے، بلوچستان کی حکومت ہے وہ پہلے سے ہی مشکلات میں ہے یا پھر وفاقی حکومت کے ذمہ ڈال دیں تو شاید ایسی مصیبتوں کا، ایسی مشکلات کا ایسی صورت میں خاطر خواہ ازالہ نہ ہوسکے۔ اس لیے قومی جذبہ جہاد کو، حب الوطنی کو، یکجہتی کو ابھارنے کی ضرورت ہے تاکہ پوری قوم اس طرف متوجہ ہو جائے۔ یہاں یہ بات درست طور پر کہی گئی ہے کہ خیبر پختونخوا میں جب سیلاب آیا تو اس کے لیے شاید ہمارے محکمے بھی تیار نہیں تھے، اچانک سارا کچھ ہوا لیکن یہ سارا سیلاب اب سندھ کی طرف جا رہا ہے یا جنوبی پنجاب کی طرف جا رہا ہے تو ہمارے پاس وقت ہے تاکہ ہم کوئی حکمت عملی بنائیں جو کہ سندھ کو اور پنجاب کے جنوبی حصے کو اس سے کسی حد تک بچایا جاسکے تو یہ ممکن ہوسکتا ہے۔ جناب چیئرمین! حکومت اپنے وسائل میں جو کچھ ہوسکتا ہے کر رہی ہو گی۔ بلوچستان کے تقریباً تین چار ڈویژن اس سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ خیبر پختونخوا سے ہٹ کر یا پنجاب کے کچھ اضلاع ہیں۔ ژوب ڈویژن ہے، سبی ڈویژن ہے اور نصیر آباد ڈویژن ہے، وہاں پر بڑی تباہی پھیلی ہے۔ اب حکومت کتنا کر سکتی ہے اور وہاں کے لوگوں کو کس حد تک آباد کر سکتی ہے یا خیبر پختونخوا میں جو تباہی ہوئی ہے سینکڑوں ہمارے بہن بھائی جاں بحق ہوئے ہیں لیکن جو حکومت کر سکتی ہے میں وہ تجویز دینا چاہوں گا کہ حکومت جہاں سیلاب آیا ہے ان علاقوں کو آفت زدہ قرار دے اور پھر اپنے وسائل کی روشنی میں جنگی بنیادوں پر ان کی آبادکاری کے لیے کوشش شروع کی جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا صاحب مہربانی کرکے wind up کریں۔

سینیٹر مولانا عبد الغفور حیدری: دوسری بات یہ ہے کہ ان علاقوں میں جو زمیندار ہیں ان کے زرعی قرضے معاف کردیے جائیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے جب تک کہ ان کی صحیح معنوں میں آبادکاری نہ ہوجائے اور چوتھی بات یہ ہے کہ بلوچستان کے زمیندار کو

سبسڈی دی جاتی تھی اور ظاہر ہے کہ بلوچستان میں نہری نظام نہ ہونے کے برابر ہے۔ نہری نظام سے ہمارا ایک ڈویژن بھی پوری طرح استفادہ نہیں کرسکتا، جو چار پانچ ڈویژن باقی ہیں وہ سارے کا سارا بارانی علاقہ ہے۔ انہوں نے بجلی پر ٹیوب ویل لگائے ہوئے ہیں۔ حکومت پاکستان نے اور صوبائی حکومت نے انہیں سبسڈی دے رکھی تھی اور اسی پر ان کی زراعت تھی لیکن شنید میں آیا ہے کہ وہ سبسڈی ختم کی گئی ہے یا ختم کرنے جا رہے ہیں تو میں اس ایوان کے توسط سے حکومت سے گزارش کروں گا کہ بلوچستان پہلے سے ہی آفت زدہ ہے، مصیبت زدہ ہے، زمینداروں کی جو سبسڈی ختم کی جا رہی ہے اس کو بحال کیا جائے۔ میں ان ہی کلمات پر بات ختم کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ جی اسحاق ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! آپ کو مبارک ہو آج آپ Chairmanship کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ میں اپنے تمام ساتھیوں کے جذبات کو endorse کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ جتنی تباہی سیلاب سے ہوئی ہے اور جیسا عبدالغفور حیدری صاحب نے فرمایا کہ یہ قدرتی آفتوں میں سے ایک natural calamity ہے اور ہر محب وطن پاکستانی اور مسلمان کو دلی تکلیف، افسوس اور غم ہے۔ یہ وہ وقت ہے کہ اس میں سیاست کی بجائے قوم کو متحد ہو کر چلنا چاہیے جیسا کہ زلزلہ کے وقت پوری قوم ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور طور پر mobilize ہوئی اور ہم نے دیکھا کہ تاریخ میں کم ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ہر ایک نے اپنی capacity کے مطابق اس وقت contribution کی اور اپنا فرض ادا کیا۔ میں اپنی پارٹی کی طرف سے اور خود اپنی طرف سے افسوس کا اظہار کرتا ہوں کیوں کہ ہم غمگین ہیں۔ ہماری پارٹی صوبے میں بھی اور دوسرے صوبوں کے ساتھ بھی یکجہتی کا اظہار کرتی ہے کیوں کہ یہ وقت صوبائیت کا یا ethnic or sectarian کا نہیں ہے یہ وقت ہے کہ پاکستان کے اندر پاکستانیوں پر ایک قدرتی آفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ مجھ سے زیادہ علمائے کرام سمجھتے ہیں کہ یہ آفتیں کوتاہیوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے، ہمیں بحیثیت قوم اس کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے اور استغفار بھی پڑھنی چاہیے۔ حکومت وقت کی کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور جیسے میری colleague Senator نے کہا کہ کوئی three hours rescue, relief and rehabilitation نہیں ہوا۔ ہمیں ٹی وی جو منظر دکھا رہا تھا وہ تو بہت ہی دلخراش تھا، دیکھ کر دل پریشان ہوتا ہے کہ پانی کی آفت آ رہی ہے اور گھر ایسے گر رہے

ہیں جیسے کھلونے ہوں اور rescue کا process ایسا ہے کہ نہ پوچھیں۔ اب سیلابی ریلہ پورے پاکستان سے گزر کر جنوبی پنجاب اور سندھ کی طرف جا رہا ہے۔ یہاں سب سے زیادہ تباہی obviously خیبرپختونخوا میں ہوئی کیوں کہ they were caught un-aware لیکن اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ جو مزید آگے تباہی چل رہی ہے اس کو بحیثیت قوم دیکھنا چاہیے۔ یہ وقت ہے کہ پورے national resources کو compound کرکے اور ان کو collective طریقے کے ساتھ جہاں یہ مسئلہ ہو وہاں ان کو استعمال کرنے کا ہے۔ جیسا کہ ساتھیوں نے اس کو appreciate کیا کہ فوج اپنا کردار ادا کر رہی ہے philanthropics اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، صوبائی حکومتیں اپنی capacity کے حساب سے اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ جس کے دل میں انسانیت کا ذرا بھی درد ہے وہ اس وقت پریشانی اور تکلیف میں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت حکومت کے لیے سب سے important کام immediate relief کا ہے کہ ان تمام علاقوں میں planned طریقے کے ساتھ ان کی مدد کی جائے اور جو water borne diseases ہوں گی اس کے لیے medicines کی ضرورت ہے۔ آپ نے ٹی وی پر دیکھا اور سنا ہوگا کہ ایک پروفیسر صاحب ایک جوڑا کپڑوں کے لیے التماس کر رہے ہیں، ہمیں ان کے لیے کپڑوں کی ضرورت ہے، ان کے لیے ادویات کی ضرورت ہے۔ یہ ایک national collective effort ہونی چاہیے led by the Federal Government جس کے تحت جہاں جہاں بھی کوئی requirements ہیں وہ پوری کی جائیں۔ اس وقت اتنی تباہی ہو چکی ہے کہ ہمیں اپنے development programmes کو for the time being ایک طرف رکھنا ہوگا اور ہمیں اس سے باہر نکل کر out of box ان تمام معاملات کو handle کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہمارا rehabilitation کا مسئلہ آنے والا ہے۔ جب یہ سیلاب گزر جائے گا، جب لوگ بے چارے اس تکلیف سے نکل جائیں گے تو پھر ان کی rehabilitation ہونی ہے۔ آپ تمام علاقے دیکھیں، سبی، نوشہرہ وہ تو پورے کے پورے اس وقت پانی میں ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ گھر کس طرح گر رہے ہیں اور لوگ اپنے آپ کو کس طرح بچا رہے ہیں وہ مناظر دیکھ کر دل ہل جاتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ حکومت وقت اس وقت تمام لوگوں کو on-board کرے اور دوسرے ممالک کو، آپ اپنے دوستوں کو request کریں کہ آپ ہماری مدد کریں لیکن سب سے پہلے تو اپنے آپ کو mobilize کریں، ہم اپنے resources کو اس کے لیے استعمال کریں۔ ہم خود آگے بڑھیں۔ یہاں بات ہوئی National Disaster Management Authority کی، پاکستان میں زلزلے کی صورت میں ایک آفت آئی تھی، ہم نے

سنا تھا کہ زلزلے کے بعد آئندہ Pakistan will be well-equipped کہ خدانخواستہ کوئی national calamity آتی ہے، یہ دو ہی قسموں کی normally ہوتی ہیں، زلزلہ اور سیلاب اور یہ کوئی پہلی دفعہ سیلاب نہیں آیا، یہ 90s process میں بھی تھا، یہ cyclical process ہے اور ہر دس، پندرہ، بیس سالوں میں اس قسم کا ایک طوفان آتا ہے، اس کے لیے بد قسمتی سے ہم نے اپنی proper تیاری نہیں کی۔ Without blaming any particular government or any particular group ہم نے وہ تیاری نہیں کی۔ National Disaster Management نے اگر اپنے آپ کو properly equip کیا ہوتا تو جتنی تباہی خصوصاً خیبر پختونخوا میں ہوئی، اتنی تباہی نہ ہوتی۔ Initial تباہی کے بعد ہم کافی زیادہ rescue کر سکتے تھے جو unfortunately ہم نہیں کر سکے۔

ابھی وہاں ظاہر ہے ان کی rehabilitation کے لیے huge effort required ہوگی، اس کے لیے ہمیں collectively کام کرنا ہوگا۔ سینیٹ کے حوالے سے آپ کو یاد ہے کہ چند مہینے پہلے جب گوادر میں سیلاب آیا تھا تو سب نے contribution کی تھی اور میری اطلاع کے مطابق وہ ابھی تک استعمال نہیں ہوئی۔ ابھی بلوچستان میں دوبارہ سیلاب آچکا ہے، آپ مہربانی کرکے as Chairman آج یہ direct کریں کہ within next 72 hours وہ جو اکاؤنٹ میں سب کی salary اور پیسے پڑے ہیں، اس کو فوری طور پر کم از کم بلوچستان کے سیلاب کے لیے، کپڑوں کی شکل میں، ادویات کی شکل میں اور کھانے کی چیزوں کے پیکٹ بنا کر بھجوائیں۔ یہ اکاؤنٹ میں رکھنے والے پیسے نہیں ہوتے، یہ وہ پیسے ہیں جو خرچ ہونے چاہییں اور یہ اگر timely خرچ نہیں ہوں گے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آپ نے گوادر کا سیلاب miss کر دیا، پیسے سینیٹرز نے contribute کیے، please ایک کمیٹی بنائیں اور اس کو آپ task دیں کہ اگلے تین سے پانچ دنوں میں وہ purchases کریں۔ اس سے پہلے بھی آپ کو یاد ہوگا کہ جب زلزلہ آیا تھا، اس وقت بھی ہم نے contribution کی تھی اور اس وقت بھی ہم نے وفاقی حکومت کے ذریعے goods dispatch کی تھیں۔ ابھی بھی ایک تو وہ کریں، دوسرا hopefully اگر کل یا ایک آدھ دن میں چیئرمین صاحب resume کر لیتے ہیں، وہ اور Leader of the House and Leader of the Opposition فیصلہ کریں کہ اس سیلاب کے حوالے سے ہم سینیٹر صاحبان کے لیے کیا حکم ہے۔ وہ جو بھی فیصلہ کریں گے، میں سمجھتا ہوں اس تکلیف کی گھڑی میں ہم سب کو من و عن قبول ہوگا اور اس کے ساتھ آپ مزید relief goods کو بھی dispatch کریں۔

جناب! آپ نے دیکھا all of a sudden کچھ ساتھیوں نے تقریر بھی کی، ہم ایک sovereign ملک ہیں، ہمیں اپنے وقار، اپنی غیرت، اپنے national pride کو protect کرنا ہے۔ ہم نے اپنی آنے والی نسل کو کیا جواب دینا ہے؟ اب جیسے بات ہوئی، چونکہ چند ساتھیوں نے بات کی تو میں بھی بات کروں گا، کسی ملک کے پرائم منسٹر کو کوئی right نہیں ہے کہ وہ اٹھے اور ایک sovereign ملک کے حوالے سے اپنی judgment دے اور اپنا ایک sermon سنا دے کہ فلاں ملک کو ہم یہ نہیں کرنے دیں گے اور ایسے کردیں گے اور اس کی دوغلی پالیسی ہے this is ridiculous. وہ جیسے نپولین نے کہا تھا کہ British are very good shopkeepers. اگر انہوں نے Please, for heaven's sake, they have no damn business shop-keeping کرنی ہے تو اور countries کے حوالے سے کریں، پاکستان کے حوالے سے نہ کریں۔ Pakistan is a sovereign state, it is a dignified nation اور آپ ہماری اس طرح تذلیل نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد اس کو regret بھی نہیں کیا، جا کرکہا کہ مجھے کوئی regret نہیں ہے۔ ان کی آنکھوں کے نیچے، ساری دنیا کو معلوم ہے کہ مظلوم کشمیریوں کا کیا حال ہے، وہاں روز killings ہورہی ہیں، روز کرفیولگ رہے ہیں، اس حوالے سے وہاں کچھ action نہیں ہورہا اور اس سلسلے میں ایک لفظ نہیں بولا گیا۔ انہی کے اپنے previous Foreign Minister, David Miliband نے کہا تھا کہ اگر اس ملک میں امن چاہیے the key to peace is Kashmir solution. آپ بجائے اس کو support کرنے کے دوسری extreme پر چلے گئے۔ ابھی بھی انہوں نے کہا کہ everybody has two ears and one mouth and Prime Minister should have used his both ears and should have been careful while using his mouth and while making a statement. آپ برطانوی parliamentarians کے بیان پڑھیں، یورپین parliamentarians کے بیان پڑھیں، ہم بحیثیت قوم خاموش ہیں۔ دیکھیں، یہ party politics سے اوپر ہو کر کام کرنے کا وقت ہے۔ اللہ کے فضل سے ہماری party نے demonstrate کیا ہے، چاہے NFC Award ہو، چاہے اٹھارھویں ترمیم ہو، چاہے implementation commission ہو۔ ہم نے انتہائی ایمانداری کے ساتھ، پوری طرح ان معاملات میں اپنا حصہ ڈالا اور آج بھی ہم حصہ ڈال رہے ہیں جبکہ اپنے لیے ایک political نقصان کررہے ہیں جب ہمیں friendly opposition کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ ماضی میں یہ پاکستان کا کلچر نہیں تھا۔ اسی spirit میں

میاں نواز شریف صاحب نے یہ suggest کیا کہ آپ مہربانی کرکے اس دورے کو postpone کردیں۔ اس کو negative نہ لیا جائے۔ یہ نہیں کہہ رہے کہ اپنے بچوں کو بلالیں یا ہائی کمیشن بند کردیں۔ صرف دورہ postpone کردیں۔ یہ sentiments ہیں۔ الطاف حسین صاحب نے لندن میں بیٹھ کر یہی کہا، مختلف leaders نے یہ کہا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ قوم کے sentiments تھے۔

میں آپ کو درجن واقعات گنوا سکتا ہوں، heads of state or prime ministers بیرون ملک دورے پر گئے ہوئے تھے، ان کے ملک میں calamity ہوئی، چائنا دیکھ لیں، ترکی دیکھ لیں، انہوں نے دورہ cancel کیا اور واپس آئے۔ ان حالات میں جہاں ایک طرف UK Prime Minister پاکستان کی تذلیل کر رہے ہیں، دوسری طرف آپ کا ملک سیلاب کی آفت کا شکار ہے، آپ اس دورے کو دو چار ہفتوں کے لیے postpone کردیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی بھی ان کو چاہیے، جیسے پوری قوم نے اپنے sentiments express کیے ہیں barring few, everybody has the right to express وہ فرانس کے دورے سے واپس آئیں اور یہاں آکر اس سیلاب کے مسئلے کو oversee کریں، پھر چلے جائیں۔ کم از کم دوسروں کو احساس ہو، وہ اپنے الفاظ واپس لیں، وہ کوئی corrective actions لیں۔ صرف ہائی کمشنر کو بلا کر demarche کردینا اور اس کو note دے دینا، this is not enough. میں آپ کے توسط سے، اس House کے ذریعے appeal کرتا ہوں جناب آصف زرداری صاحب سے کہ مہربانی کرکے وہ فرانس کے دورے سے واپس آئیں اور اس ملک میں آکر سیلاب کی خود نگرانی کریں اور پورے وسائل کو mobilize کریں۔ After relief and rescue efforts, let us have a plan, we have to have a new plan for rehabilitation کیونکہ جتنی سڑکیں، جتنے پل، جتنے گھر تباہ ہوگئے ہیں، ان کے لیے ہمیں huge amount کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے میں آپ کو guarantee کرتا ہوں کہ as Opposition, we will sit with the Government and we will identify کہ کہاں سے پیسے حکومت نکال سکتی ہے، کہاں خرچ کرسکتی ہے۔ Our prime and fundamental responsibility right now is the affectees of flood and nothing else. Thank you Mr. Chairman.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا عبدالرشید صاحب۔

سینیٹر عبدالرشید: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔ موجودہ سیلاب پر ایوان میں بحث جاری ہے۔ جناب چیئرمین! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے بد قسمتی سے ہمارا ملک کئی سالوں سے مصائب، آلام اور مشکلات کا شکار چلا آرہا ہے۔ اس وقت سیلاب کی جو مشکل اس قوم پر آئی ہے، میرے خیال میں یہ ایک بہت بڑا انسانی المیہ اور پاکستان کی تاریخ کی ایک بد ترین آفت ہے۔ اس میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر چکے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ بے گھر ہوگئے ہیں، ہزاروں کی تعداد میں گھر تباہ ہوچکے ہیں اور کھربوں مالیت کے مالی نقصانات ہوئے ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا کا تعمیراتی ڈھانچہ ختم ہوچکا ہے اور وہاں کا مواصلاتی نظام درہم برہم ہوچکا ہے۔ آج سیلاب کا پانچواں دن ہے، ابھی بھی مختلف جگھوں پر لوگ پھنسے ہوئے ہیں، محصور ہیں اور امداد اور کھانے پینے کی چیزوں کے منتظر ہیں۔

جناب والا! ان حالات میں حکومت کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے، یہ بنیادی بات ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ قدرتی آفات کی روک تھام اور ان کا انسداد، حکومت کے بس کی بات نہیں ہے، یہ ایک ظاہر بات ہے۔ البتہ قدرتی آفات کے حوالے سے حکومت کی بنیادی دو ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ ایک قدرتی آفات کے وقوع سے پہلے، دوسری قدرتی آفات کے وقوع کے بعد۔ حکومت کی جو پہلی ذمہ داری ہے، وہ احتیاطی تدابیر کی پیشن گوئی ہے۔ ممکن حد تک، ممکنہ خطرے سے لوگوں کو آگاہ کرنا، یہ حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔ اس آفت کے بعد ممکنہ حد تک لوگوں کو بچانا اور جو نقصانات ہوئے ہیں، ان کی تلافی کرنا، یہ دو بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت ان دونوں ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ناکام ہے۔ سب سے پہلے اس آفت سے پہلے لوگوں کو پیشگی اطلاع نہیں ہوئی حالانکہ محکمہ موسمیات کا کہنا ہے کہ ہم نے بارہا اس ممکنہ خطرے سے لوگوں کو آگاہ کیا تھا لیکن حکومت ہماری بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ محکمہ موسمیات نے تو اپنی ذمہ داری پوری کردی اور اس نے حکومت کو آگاہ کیا لیکن حکومت نے لوگوں کو آگاہ نہیں کیا کہ لوگ بروقت اپنا انتظام کریں، احتیاطی تدابیر بروے کار لائیں اور اپنے آپ کو بروقت بچائیں، یہ پہلی ناکامی ہے۔اس قدرتی آفت کے رونما ہونے کے بعد حکومت کی جو ذمہ داری تھی کہ وہ لوگوں کو بچائے اور جو لوگ کیمپوں میں ہیں ان کو غذا فراہم کی جائے، وہ کام بھی نہیں ہوا۔چار پانچ دنوں سے لوگ محصور ہیں، لوگ پھنسے ہوئے ہیں، کل آپ سب نے میڈیا پر دیکھا ہوگا کہ ایک گھرانے کے لوگ جو پھنسے ہوئے تھے، ان کا اپنے رشتہ داروں کو فون آیا کہ اگر ایک گھنٹے

میں ہمیں پانی نہیں ملا تو ہم مر جائیں گے، یہ بات میڈیا پر صوبائی حکومت نے بھی سنی ہو گی، مرکزی حکومت نے بھی سنی ہو گی لیکن ایک گھنٹہ گزرنے کے باوجود ان کو پانی نہیں ملا تو شاید وہ مر چکے ہوں۔ ہمارے لیے اس سے زیادہ شرم اور رسوائی کی بات کیا ہو گی کہ ایک حکومت موجود ہے جس کی اولین ذمہ داری لوگوں کو تحفظ دینا ہے، لوگوں کی مشکل میں ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: مولانا صاحب wind up کریں۔

سینیٹر عبدالرشید: ٹھیک ہے جناب! میں مختصر کر رہا ہوں۔ جناب والا! یہ صورت حال ہے، یہ ایک مشکل ہے اور میرے خیال میں حکومت نے کافی حد تک بے حسی اور غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔ صوبائی حکومت کہتی ہے کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں اگر آپ کے پاس وسائل نہیں ہیں تو کیا آپ نے مرکزی حکومت سے کوئی مطالبہ کیا ہے؟ نہیں کیا۔ یا تو آپ کے پاس وسائل ہوں، اگر آپ کے پاس وسائل نہیں ہیں تو آپ خاموش کیوں بیٹھے ہیں، آپ مرکزی حکومت سے رابطہ کریں، ان سے مطالبہ کریں۔ انہوں نے مرکزی حکومت سے مطالبہ نہیں کیا اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں، لوگ ڈوب گئے ہیں، لوگ مر گئے ہیں۔ جناب والا! اس آفت سے کافی نقصانات ہوئے ہیں۔ خیبر پختونخوا کا جو تعمیراتی ڈھانچہ تھا وہ خراب ہو چکا ہے، اس کے لیے باقاعدہ ایک نئی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ جو لوگ اس مشکل سے متاثر ہو چکے ہیں، جن کے گھر تباہ ہو چکے ہیں، جن کے مستقبل تباہ ہو چکے ہیں، کاروبار اور روزگار تباہ ہو چکے ہیں، ان کی تعمیر نو اور دوبارہ بحالی کے لیے مؤثر اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان لوگوں کو دوبارہ بحال کیا جائے اور جو لوگ ابھی مشکل میں ہیں ان تک فوراً پہنچنا ضروری ہے تاکہ ان کی جو مشکلات ہیں حکومت ان کے حل کے لیے جتنا بھی ہو سکے تعاون کرے اور ان لوگوں کی مشکلات کا کچھ نہ کچھ مداوا کرے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر مالک صاحب۔

(اس موقع پر اذان مغرب سنائی دی)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! ایک تو List of speakers زیادہ ہے، آپ sense of the House لے لیں we may adjourn till tomorrow and we can proceed with this Adjournment Motion tomorrow. Secondly, the Interior Minister is here, he wants to make a statement, if he could

اس پر میں سمجھتا ہوں کہ be given floor if the Members want it we can continue it tomorrow.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب چیئرمین! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ایک پارٹی کے دس آدمیوں کو موقع مل رہا ہے---

(مداخلت)

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: I don't have any objection, it can be taken up tomorrow.

(Interruption)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر مالک صاحب آپ بات کرلیں۔

(مداخلت)

سینیٹر اے رحمٰن ملک (وزیر داخلہ): جناب چیئرمین! I want to make a very important statement, میں نہایت افسوس کے ساتھ اعلان کر رہا ہوں کہ تھوڑی دیر پہلے ایم کیو ایم کے ایم پی اے جناب رضا حیدر کو قتل کر دیا گیا ہے، ان کے ساتھ ان کا ایک سپاہی بھی مارا گیا ہے، ایک زخمی ہے۔ یہ واقعہ کراچی کے ناظم آباد کے علاقے میں رونما ہوا ہے۔ ہم نے Joint Investigation Team order کی ہے۔ میری اپیل ہو گی کہ ان کی ہلاکت کے سوگ میں اجلاس کو adjourn کر دیا جائے۔ ہم اس کو condemn بھی کرتے ہیں۔ میں عرض کر دوں کہ حیدر صاحب کو سپاہ صحابہؓ کی طرف سے بہت سی دھمکیاں آرہی تھیں، ہم نے سپاہ صحابہؓ کے متعلق in writing convey کیا تھا کہ ہمارے پاس intelligence اطلاعات ہیں but we are keeping our mind open. Joint Investigation Team has been ordered headed by a D.I.G. All the officers from the I.S.I, I.B. and M.I will be in it and *Insha Allah* we will be able to bring the culprits to justice لیکن اسی دوران میں نے آج کراچی کے شہریوں سے اپیل کی ہے، ایم کیو ایم کی leadership سے بھی میری بات ہوئی ہے، تھوڑی دیر پہلے میری اسفندر یار ولی صاحب سے بھی بات ہوئی ہے، وہ بھی اس کو condemn کر رہے ہیں۔ ایم کیو ایم اور ان کی leadership سے میں نے اپیل کی ہے کہ کراچی کے شہریوں کو صبر کی تلقین کریں اور کسی قسم کی ہنگامہ آرائی نہ ہونے دیں۔ میں نے تین دن پہلے بھی یہاں پر جو تقریر کی

تھی، اس میں، میں نے کہا تھا کہ پاکستان کو destabilize کرنے کا ایک formula بن چکا ہے اور یہ اس formula کا ایک ایجنڈا تھا جو ethnic trouble کو accelerate کرنے کے لیے تھا۔ ظاہر ہے I will be very open when a senior leader from MQM کی شہادت ہوتی ہے تو ان کے دلوں کو تکلیف تو ہوگی۔ جیسے میری پارٹی کا اگر کوئی لیڈر مرے گا یا شہید ہوگا تو مجھے تکلیف تو ہوگی۔ اس طرح پی ایم ایل (این) کو ہوگی، پی ایم ایل (کیو) کو ہوگی، جے یو آئی کو بھی ہوگی کیونکہ ہمارے دشمن یہ ایک ایسا سلسلہ شروع کر رہے ہیں کہ کراچی کو جلایا جائے۔ کراچی ایک بڑا شہر ہے، ہماری economy کا hub ہے۔ اگر وہاں پر destabilization ہوتی ہے تو پورا پاکستان destabilize ہوتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے، ہاؤس کی وساطت سے کراچی کے شہریوں سے اپیل کروں گا کہ وہ پرامن رہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ I will get those culprits *Insha Allah* pretty soon. I have also ordered the investigation. If needed we will go tomorrow. Sir یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد آج session جاری رہے۔ ان کی مغفرت کے لیے دعا کرنے کے بعد یہ adjourn کیا جائے Sir۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: میں یہ پوچھتا ہوں کہ دو مہینے گزر گئے ہیں، target killing روزانہ ہو رہی ہے۔ اس میں حکومت کی کیا progress ہے۔ کوئی گروپ، کوئی گروہ، کوئی لوگ اس وقت تک پکڑے گئے ہیں؟

سینیٹر اے رحمٰن ملک: حکومت کی کارکردگی بہت ہے۔ ہم نے بہت سے target killer پکڑے ہوئے ہیں۔ ان کی investigation reports ہمارے پاس ہیں۔ اس وجہ سے بہت سے لوگ پکڑے جا رہے ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک larger formula ہے، ایک large scheme ہے پاکستان کے خلاف۔ ہم with all our intelligence پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اپنی The provincial government is doing its best. Federal logistics in terms of Rangers, in terms of ISI, in terms of IB, we are giving full support. It is a time to get united and to fight against them and I think we will have to rise above the political priority. Thank you, sir.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: اے این پی پر الزام ہے، اے این پی کے ورکروں کو مارا جا رہا ہے۔ ان کے دفتروں پر حملہ کیا جا رہا ہے۔ ابھی وہ مرا ہی نہیں ہے اور اے این پی کے لوگوں کے اوپر حملے شروع ہو گئے ہیں۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: حاجی صاحب آپ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر اے رحمٰن ملک: میں دونوں طرف کے جذبات کی قدر کرتا ہوں لیکن میں ایک چیز عرض کروں گا کہ اگر آج ہم نے صبر سے کام نہ لیا تو میں on the floor of the House عرض کر رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے ہم بہت زیادہ لیٹ ہو جائیں۔ جو دشمن trap ڈالنا چاہتا تھا، آج اس نے trap ڈالا ہے اور اس trap کا مقصد یہ ہے کہ جو ابھی عدیل صاحب کہہ رہے تھے کہ وہاں پر اے این پی کے ورکروں پر حملہ کردو، اب یہ in an encounter MQM پر حملہ کریں گے۔ For God's sake stop this. This is the trap to destabilize Pakistan. Therefore, let us get united again. جو میں پہلے بھی کہہ رہا تھا۔ اے این پی کو بھی صبر کرنا چاہیے۔ ایم کیو ایم کو بھی صبر کرنا چاہیے۔ Leave it to us, we will get the culprits. میں نے ایم کیو ایم کی قیادت سے بات کی ہے۔ Give me 24 hours and I will get some results. میں کوشش کروں گا اور کم از کم preliminary report ضرور آئے گی۔ اس لیے میں نے اسفند یار سے بھی بات کی ہے۔ ابھی جو ان کو لے کر گئے ہیں یہ اس کا result ہے کہ میں نے ابھی افراسیاب صاحب سے بات کروائی ہے کہ ہمیں جذبات میں نہیں آنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اگر worker شہید ہوتا ہے یا worker کے counter میں اے این پی کے لوگوں پر حملہ ہوتا ہے تو this is what the enemy wanted. میری یہ request ہو گی کہ please اس کو positive side پر لے کر چلیں اور یہ سمجھیں کہ دشمن ہمیں کونسے trap میں ڈال رہا ہے۔ اس نے پہلے بھی ہمیں trap میں ڈالنے کی بہت سی کوششیں کیں۔ جس طرح target killing ہوئی ہے ایسے نہیں ہوتی ہے۔ جناب! یہ مولانا صاحب بے چارے شریف لوگ ہوتے ہیں یہ وہ نہیں کر سکتے۔ پیچھے لوگ ہیں جو استعمال ہو رہے ہیں۔ سپاہ صحابہ کے بچے میٹرک پاس بھی نہیں ہیں لیکن جس طرح کا وہ arms and ammunitions اور جس طرح کی وہ strategy لے کر چلتے ہیں، میں ایک سال سے یہ کہتا آ رہا ہوں کہ سپاہ صحابہ ایک

Lashkar-e-Jhangvi is a terrorist organization.۔ terrorist organization ہے۔
جو انہوں نے بندر روڈ پر کیا تھا وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ بہت سی چیزیں روز میں دیکھتا ہوں، بہت سی چیزیں آپ کے نوٹس میں نہیں آتیں کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کسی قسم کی terror کی لہر سے ہر ایک کو inform کیا جائے

but I assure you that we are awake, we are taking action. I assure you on behalf of the Government of Pakistan that we will leave no stone unturned to take action against them. Thank you sir.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہاؤس کا sense لے لیتے ہیں adjourn کرنے کے بارے میں۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: جو بیرونی ہاتھ involved ہے یہ جانتے ہیں کون ہے۔ آخر parliamentarians کو اس hidden hand کے بارے میں کب بتایا جائے گا کہ کونسے hidden hands ہیں جو بلوچستان میں بھی شر انگیزی پھیلا رہے ہیں۔ سندھ میں بھی یہ تخریب کاریاں کر رہے ہیں۔ آج کونسے ممالک اس میں involved ہیں۔ اس بارے میں ہمیں کبھی in camera briefing دی جائے اور بتایا جائے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ میں ایم پی اے کے خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتی ہوں اور ہم سب، پورا ہاؤس میرا خیال ہے ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس فیملی کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمارے پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اجلاس کل صبح ساڑھے دس بجے تک کے لیے adjourn کیا جاتا ہے۔

[اس مرحلے پر اجلاس اگلے روز مورخہ 03 اگست ساڑھے دس بجے تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا]